رجسٹرڈ ایل ۶۸

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

ہفتہ واری القرید

الحکم

Digitized by Khilafat Library

چگویم بانو گرآئی چہ در قادیان بینی | دو بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے صہ (۲) خواص و محاوہین سے عـہ (۳) ہندوستان سے باہر سے (۴) غیر مذاہب والوں سے ہے (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۱۲
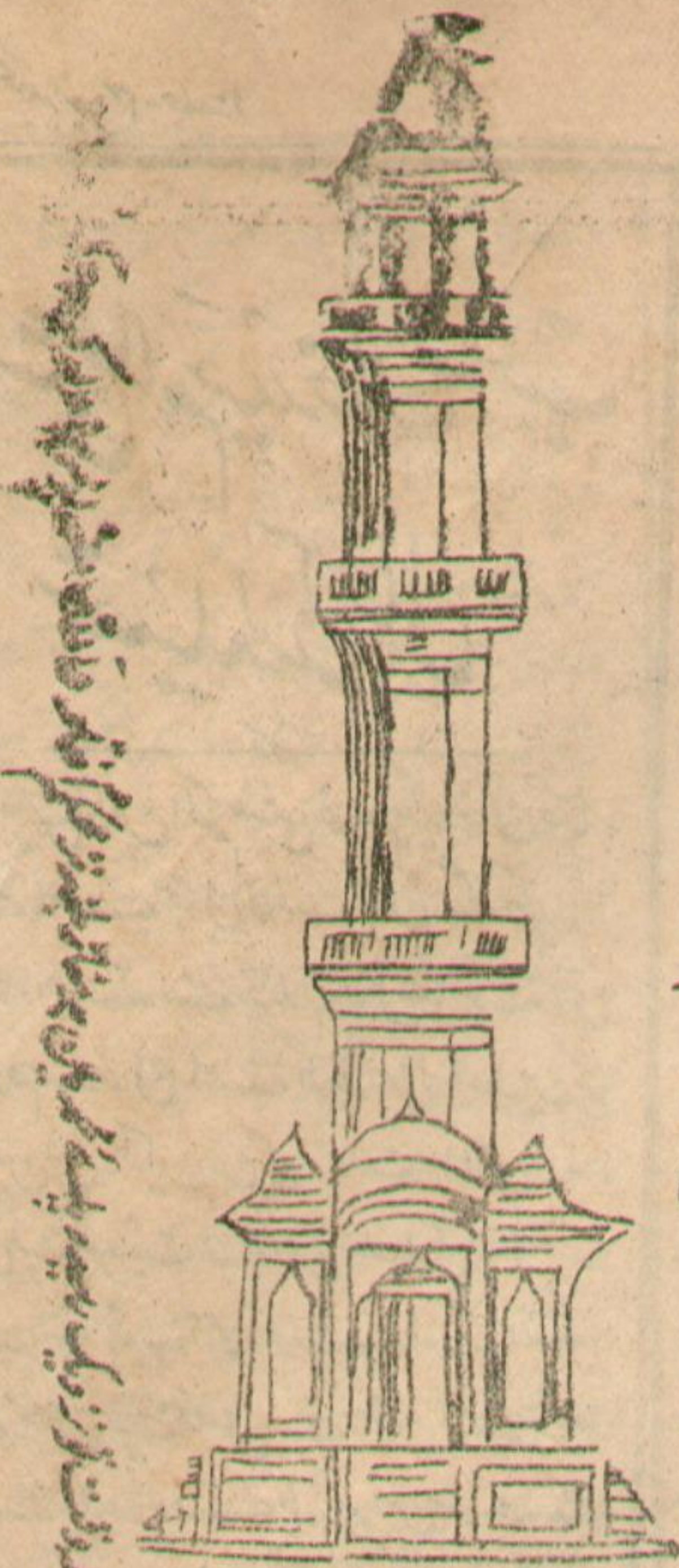
جلد ۱۰	قادیان دار الامان مورخہ ۲۴ - نومبر سنہ ۱۹۰۶ء مطابق ۷ شوال سنہ ۱۳۲۴	نمبر ۴۰

فہرست مضامین

تازہ الہامات

۱۸ - نومبر سنہ ۱۹۰۶ء - رؤیا - (۱) دیکھا کہ ہمارے باغ میں چند آدمی جڑھ لگا رہے ہیں۔
پھر غیب سے آواز آئی - مُبارک
(۲) پھر ایک نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور اس کے بعد الہام ہوا -

مَا وَقَفْتُ مَوْقِفاً اَغْیَظَ مِنْ ھٰذَا
اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ

ترجمہ - اس سے زیادہ غضب ناک کسی موقعہ پر میں کھڑا نہیں ہوا - تحقیق پکڑ تیرے رب کی سخت ہے -

۲۲ - نومبر - رَبِّ احْفَظْنِیْ اِنَّ الْقَوْمَ یَتَّخِذُوْنَنِیْ سُخْرَۃً
ترجمہ - اے میرے رب میری حفاظت کر - تحقیق قوم مجھ پر ہنسی کرتی ہے -

۲۳ - نومبر سنہ ۱۹۰۶ء

(۱) اِنَّ اللّٰہَ مَنَّ عَلَیْکُمْ وَ اَعْطَیْکَ
مَا اَعْطَیْکَ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَلْتَفِتُوْنَ اِلَیْکَ
لَا یَلْتَفِتُوْنَ اِلَی اللّٰہِ

ترجمہ - جو لوگ تیری طرف التفات نہیں کرتے - یعنے نظر انکار سے دیکھتے ہیں - وہ خدا تعالیٰ کی طرف التفات نہیں کرتے - پھر بعد اس کے الہام ہوا - اولیاء اللہ سے مخالفت رکھنا اس کا نتیجہ اچھا نہیں -

ترجمہ (۱) خدا نے تیرے پر احسان کیا - اور میں تجھے دونگا جو چیز دوں گا ۔۔۔

دار الامان کا ہفتہ

۱ - الحمد للہ و المنۃ کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی صحت اچھی ہے - آپ علی العموم سیر کو نکلتے ہیں - آپ کے اہلبیت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی طرح ہیں -

۲ - بزرگان ملت کی صحت قوم کے لئے راحت افزا خبر ہے - حضرت حکیم الامۃ کے ترجمہ قرآن مجید کا ایک پارہ نمونۃً چھاپنے کی بہر صلاح تجویز ہوئی ہے - اس کی کاپیاں یہاں لکھی جا چکی ہیں -

۳ - ہلال عید کی رویت یہاں شنبہ کی شام کو ۱۷ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء کو ہوئی اور اتوار کی صبح کو منبع عید نمودار ہوئی - مسجد اقصیٰ میں حسب معمول نماز ادا کی گئی اور معمول کے موافق حضرت حکیم الامۃ نے نماز پڑھائی اور ایک علمی خطبہ پڑھا - مسجد کا صحن اور اندر بھرا ہوا تھا - دیہات متعلقہ کے علاوہ امرتسر - لاہور - کپور تھلہ - چک پنیار وغیرہ سے احباب نماز عید کے لئے حاضر ہوئے تھے - ناظرین کو عید مبارک ہو -

۴ - مدرسہ تعلیم الاسلام کی جماعت بندی ہو چکی ہے اور پڑھائی شروع ہو گئی ہے اس لئے جو احباب اپنے بچوں کو مدرسہ میں بھیجنا چاہتے ہیں اُن کے لئے ابتدائے سال مدرسہ کی وجہ سے یہ عمدہ موقع ہے -

۵ - عید فنڈ کے لئے گذشتہ اشاعتوں میں تحریک شایع ہوتی رہی ہے - امید کی جاتی ہے کہ ناظرین الحکم نے اس پر عمل کر کے مفید ملت مدرسہ کی اعانت کا ثواب حاصل کیا ہوگا -

۶ - ہفتہ زیر اشاعت میں ۱۹ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء کو بعد از نماز عصر مسجد مبارک میں منشی عزیز الرحمن صاحب احمدی بریلوی کی دختر نیک اختر کا نکاح ماسٹر عبد الرحیم صاحب سے ہوا - سید عزیز الرحمن صاحب کی لڑکی کی طرف سے مولوی محمد علی صاحب وکیل تھے - ماسٹر عبد الرحیم صاحب بمعیت سید سرور شاہ صاحب بریلی رخصتانہ کے لئے گئے اور مع الخیر واپس آئے -
منشی عزیز الرحمن صاحب نے نہایت مروت اور ایثار سے کام لیکر ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ قائم کیا ہے - اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے - اور اس تعلق کو مبارک کرے آمین -

وصیت

میں مسمی عبد الرحیم ولد خیر الدین قوم ارائیں ساکن ... بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۱۳ - مارچ ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

(۲) میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور ان کا مرید اور پیرو ہوں۔

(۳) میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے رسالہ الوصیت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بتاریخ ۲۴ - دسمبر ۱۹۰۵ء شایع ہوا ہے تمام و کمال پڑھ لیا ہے۔ میں ان ہدایات کا جو اس میں درج ہیں - پابند ہوں اور ایسا ہی میں ان تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا پابند رہونگا - جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے یا ان کی ... کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان دارالامان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن مذکور کے متعلق شایع ہوئے ہیں - یا آئندہ شایع ہونگے میں ان تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد ان تمام ہدایات اور ضوابط و قواعد و شرائط مشتہرہ انجمن مذکور کے معاملہ وصیت ہذا میں پابند رہینگے۔

(۴) میرے پاس اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے جسپر میرا مالکانہ قبضہ ہو ہاں میری تنخواہ مبلغ ... روپیہ ماہوار ہے میں انشاء اللہ تعالےٰ اس کا دسواں حصہ یعنے مبلغ ... ماہوار مجلس کارپردازان مصالح قبرستان کے سپرد کرتا رہونگا۔

(۵) میں اقرار کرتا ہوں - کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد کوئی جائداد میری متروکہ ثابت ہو - تو ایسی جائداد کے متعلق میری یہ وصیت ہے کہ اس کا آٹھواں حصہ میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کیا جاوے انجمن مذکور کو اختیار ہوگا کہ میرے مرنے کے بعد اس جائداد کو میری باقی جائداد سے الگ کرنے سے مفاد اشاعت اغراض انجمن کو پورا کرے۔ یا اسمیں شامل رہنے دے وہ اس کو فروخت کر کر اسکی قیمت وصول لے - یا فروخت نکرے تو اس وصیت کردہ جائداد سے مفاد اٹھا کیا انجمن مذکور کو پہنچے - غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائداد کی مالک متصور ہوگی اور میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی میری اس جائداد سے کوئی متعلق نہیں اگر میری وصیت کردہ جائداد کی قیمت بڑھ جائے تو اس کی مالک بھی انجمن مذکور ہے۔

(۶) میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں تو احمدی جماعت میری نعش ایک صندوق میں بند کرکے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شایع ہوچکے ہیں یا آئندہ شایع ہوں گے دارالامان قادیان میں پہنچا دے اور وہاں مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے سپرد کی جاوے۔

(۷) میری یہ بھی وصیت ہے - کہ میری تجہیز و تکفین اور میری نعش کو قادیان شریف پہنچانے اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جس قدر خرچ اخراجات ہوں - ان اخراجات کی ... میری جائداد وصیت کردہ جس کا ذکر میں نے فقرہ چہارم اور پنجم میں کیا ہے - ہرگز ... ہیں - ان اخراجات کا حسب مشورہ مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اندازہ کرکے ... رقم اخراجات کو مجلس مذکور کے حوالہ کر ... ہوں گا - جس کا اعلان میں مجلس مذکور کی طرف سے کرادونگا - اور اگر ان اخراجات کے لئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نہ کر سکا - اور ایسا ہی اگر وہ رقم ادا کردہ اصل خرچ سے کم ہوئی - تو میری دیگر متروکہ جائداد جس میں یہ وصیت کردہ جائداد شامل نہ ہوگی ان اخراجات کی متکفل ہوگی اور میرے ورثا ان اخراجات کو اہم اور جائز ضرورت شرعی سمجھینگے

(۸) میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاء لوجہ اللہ کی ہے اور اگر حالات آئندہ کے ماتحت جنکا مجھے اسوقت علم نہیں میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے - تو اس صورت میں بھی میری وصیت جو میں نے اپنی جائداد کے متعلق کی ہے اور جس کا ذکر میں نے فقرہ نمبر ۴ و ۵ میں کیا ہے - درست اور قائم رہیگی لیکن یہ ضروری ہوگا کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کی جاوے اور جب تک مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اجازت نہ دیوے - میری نعش اور کہیں دفن نہ کی جاوے البتہ امانت کے طور پر کسی اور جگہ دفن کی جاسکتی ہے۔

(۹) یہ کہ اگر حسب فقرہ ۸ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو جو اخراجات متعلق انتقال نعش میں . . . . جمع کرا چکا ہوں - یا میری جائداد متروکہ سے وصول ہوئے ہوں انکو بھی وصول کرنے اور خرچ کرنیکا اختیار میرے ورثا کو نہ ہوگا بلکہ مجلس کو ہوگا۔

العبد

نشان انگوٹھا عبد الرحیم سیکنڈ کلرک ریویو آف ریلیجنز

قادیان دارالامان - ۲۴ - مارچ ۱۹۰۶ء

گواہ شد

شبیر علی عفی اللہ عنہ ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان - ۲۴ - مارچ ۱۹۰۶ء

گواہ شد

محمد سرور شاہ مدرس عربی تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان و سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہوس قادیان

پچھلے دنوں منی پور کی جماعت نے دس روپیہ ایڈیٹر الحکم کے لئے بھیجے تھے اور دس روپیہ کی نہایت ہی کم شرح پر چند اخبار جاری کر دینے تجویز کر دیئے تھے - اب الحکم کے دو اور مربیوں نے دس روپیہ بھیجے ہیں ایک انہیں سے چودھری عبد العزیز صاحب نائب تحصیلدار ہیں اور دوسرے بابو زین الدین ابراہیم انجنیر بمبئے ہیں جنہوں نے علی التواتر پانچ پانچ روپیہ بطور اعانت ارسال کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر دو صاحبان کو اس نیک تحریک کی جزائے خیر دے آمین - میں ان کی اعانت کو بھی زیادہ مفید اور موثر بنانے کے لئے یہ تجویز کرتا ہوں کہ جو کہ جو بھائی ادنیٰ ترین شرح پر بھی الحکم نہیں خرید سکتے انہیں صرف عہ ۱۲ بذریعہ منی آرڈر بھیجدینے پر ایک سال تک الحکم دیا جاویگا - اور اس طرح پر دس بھائی فائدہ اٹھا سکیں گے - اور اگر یہ سلسلہ اس طرح پر جاری رہا تو اور بھائی مستفید ہوتے رہیں گے۔

میرا سفر بمبئی

میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے کچھ ایسی فطرت عطا فرمائی ہے کہ میں کسی چیز کو دیکھ کر اسے وہیں چھوڑ دینے کا عادی نہیں بلکہ میں اس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کا عادی ہوں اور اس طرح پر خداداد بصارت کو میں دماغی سلسلہ میں لے جاکر وسیع کر لیا کرتا ہوں - یہی وجہ ہے جو ایسے واقعات کو میں ایک سلسلہ خیالات میں مبالغہ کر دینے کا ملزم سمجھا گیا ہوں - اسلئے میں اپنے سفر بمبئی پر کچھ لکھنا نہیں چاہتا مختصر لکھوں تو میری طبیعت سیر نہیں ہوتی طویل لکھوں تو بعض احباب اکتا جاتے ہیں - میرے سفر کی غرض افریقہ سے آنے والے طالب علم کو لانا تھا - اس لئے ۱۱ - نومبر کو اس کے والد کے خط پہنچنے پر بمبئی کو بمبئے میل میں روانہ ہوا - اور دریاؤں اور پہاڑوں کو چیرتا ہوا اور ہندوستان کے بہت بڑے حصے کے قدرتی نظاروں کو دیکھتا ہوا ۱۳ - نومبر کو ایک بجے بمبئی پہونچا - اور اپنے محترم بھائی سیٹھ اسماعیل آدم کے ہاں قیام کیا - سیٹھ صاحب نے جس اخلاص اور محبت سے میری مہمانداری کی اللہ تعالیٰ اس کی جزا انہیں دے - بمبئی جیسے شہر میں جو از بس مصروفیت کا شہر ہے چند منٹ بھی نہایت ہی قیمتی سمجھے گئے ہیں اور فی الواقع قیمتی ہیں مگر انہوں نے محض خدا کے لئے میرے ساتھ اپنے تین دن خرچ کئے - ایسا ہی میں بابو زین الدین صاحب سے مل کر بہت خوش ہوا - وہ باوجود ایک معزز عہدہ پر ہونے کے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے ہیں - پھر سیٹھ صاحب کی مدد سے بمبئی میں ایک مخفی جماعت احمدیہ کا پتہ مل گیا جو دس پندرہ آدمیوں کا ایک مجمع ہے - میرا خیال ہے کہ اگر کوئی مستعد آدمی سعی کرے تو بمبئی میں شاید بہت لوگ اس سلک کے ملیں گے مگر ہر چیز اپنے وقت پر موقوف ہے سیٹھ اسماعیل آدم اسی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں - غرض بمبئی میں کیا دیکھا لمبی داستان ہے - خلاصہ یہ کہ بمبئی میں اپنے سیدنا مولا امام کے ان عاشق زار خادموں کو دیکھا جنہوں نے باوجود از بس مصروفیت کے مجھے ہر طرح شکر گزاری کا موقع دیا اس قدر دور دراز اور مصروف شہر میں اپنے بھائیوں کے لئے محبت کا ایسا جوش ایک صادق کے خادم کے سوا کہاں مل سکتا ہے - وہ لڑکا جس کے لئے میں گیا تھا افسوس ہے بمبئی نہیں پہونچ سکا - اس لئے مجھے واپس آنا پڑا - اور میں عید سے ایک دن پہلے قادیان پہونچ گیا - الحمد للہ علیٰ ذلک

ضروری اطلاع

میں برابر دو تین ہفتہ سے شایع کر رہا ہوں کہ الحکم کا مالی سال دسمبر سے شروع ہوتا ہے اسلئے خریداران الحکم مطلع رہیں - کہ حسب معمول ۱۰ - دسمبر ۱۹۰۶ء کا الحکم سالانہ قیمتوں کے وصول کرنے کیلئے وی پی ارسال ہوگا - جو خریدار اسوقت وی پی کسی وجہ سے وصول نہیں کر سکتے ہیں - انکو چاہئے کہ وہ دفتر میں اطلاع دیں - کہ انکے نام وی پی نہ کیا جاوے - تاکہ مطبع واپسی وی پی کی زیر باری سے محفوظ رہے - جو خریدار اطلاع نہیں دینگے ان سے مطبع کو ہر وقت اختیار ...

ایک بے نظیر خط جو آپ کے پڑھنے کے قابل ہے

[illegible] پہلے آپ مفرح عنبری کی نسبت بلاد ہندوستان کے معزّزین طبقہ کی رائے ملاحظہ فرما چکے ہیں
[illegible] بڑے بڑے جلیل القدر حکام معزز عہدہ داران جاگیرداران تاجران حکمائے یونانی و ڈاکٹران
شامل ہیں جن سے بہتر شہادت کسی چیز کے حسن و قبح کی دریافت کیلئے تلاش کرنا لاحاصل ہے

لیکن ذیل کا عجیب خط جس میں الٰہی شہادت موجود ہے اپنی نوع کا نرالا اور شاید دنیا میں پہلا خط

اور کسی کی دوائی کی نسبت پہلی شہادت ہے جو میرے مولا کریم کے رحم و فضل سے مجھ ناچیز کو حاصل ہوئی ہے

اور وہ یہ ہے

[illegible] غلام رسول صاحب احمدی سٹیشن ماسٹر جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک ملہم بھائی ہیں) برادرم حکیم محمد حسین صاحب قریشی سلمہ اللہ تعالیٰ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - میں ایک مدت سے آپ کے [illegible] اخبار الحکم میں دیکھ رہا ہوں - مگر چونکہ اشتہاری دوائیوں سے مجھے نفرت ہے اس واسطے میں ہمیشہ اس کو بھی بنظر حقارت دیکھتا رہا - لیکن آج بوقت دوپہر جبکہ میں قیلولہ کر رہا تھا - مجھے اس کے خریدنے [illegible] اپنے مولا کریم کی طرف سے اشارہ ہوا - کہ یہ دوائی قوت باہ اور قوت جسم کے لئے مفید ہے - اس سے پہلے تو میں اس کی قیمت سے بھی ڈرتا تھا - مگر اب جبکہ مولا کریم نے اس کی نسبت اشارہ فرمایا تو ضرور [illegible] استعمال کرنا چاہئے - لہذا عرض ہے کہ بدیں کارڈ ہذا آپ تین ڈبیہ بذریعہ وی - پی پارسل ارسال فرما دیں ۔

دوسرا خط جو بعد کے میں آیا

[illegible] صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - میں نے آپ کے اشتہارات (مفرح عنبری) کی اشاعت حتی الوسع کی - یہاں تک کہ تحصیلدار صاحب ہنگو کو بھی وہ اشتہار دکھایا [illegible] آپ کی مفرح کی تعریف بھی کی گئی - اور یہ بھی کہا گیا کہ اس دوائی کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارات ہو چکے ہیں اور تب سے مجھے یقین کامل ہو گیا ہے وغیرہ وغیرہ لہذا [illegible] ڈبیہ مفرح عنبری بذریعہ وی - پی پارسل بھیج دیں - آپ کا تابعدار غلام رسول

المشتہر

حکیم محمد حسین قریشی موجد مفرح عنبری مالک کارخانہ حویلی کابلی مل لاہور

منشی غلام حیدر خان صاحب تحصیلدار کی بحالی

بعض ناظرین الحکم منشی غلام حیدر خان صاحب کے نام سے بخوبی واقف ہوں گے لیکن اکثروں کے لیے یہ نام بالکل نیا ہوگا۔ منشی غلام حیدر خان صاحب اگرچہ اس سلسلہ میں مرید نہیں ہیں۔ لیکن ان کی منصف مزاجی اور حق پسند طبیعت نے اس سلسلہ کی اصل حقیقۃ سے انہیں خوب آگاہ کر دیا ہے اور خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے انہیں ایسے موقع دیئے۔ کہ وہ پورے طور پر اس سلسلہ کے حالات سے اطلاع حاصل کر سکیں۔ جن دنوں ڈاکٹر کلارک کا مقدمہ قتل حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کے خلاف تھا۔ ان دنوں آپ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کے سپرنٹنڈنٹ اور پھر جب جہلم میں مقدمات ہمارے خلاف دائر ہوئے۔ اس وقت صاحب ڈپٹی کمشنر جہلم نے خاص طور پر ان کو انتظام کے لیے مقرر کیا تھا اور جس خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ آپ نے اس موقع پر امن کو قائم رکھا وہ جہلم کے لیے قابل ناز امر ہے۔ ورنہ ایسے موقع پر جبکہ ہزارہا انسان جمع ہوئے ہوں اور جہاں مذہبی مخالفانہ سپرٹ زوروں پر ہو امن کا قائم رکھنا کوئی معمولی امر نہیں۔ بلکہ یہ خاص قابلیت اور خداداد انتظامی قوت کا نتیجہ تھا۔ پھر انہیں مقدمات کے سلسلہ میں وہ گورداسپور میں ایڈیٹر الحکم کے مقدمہ میں شہادت کے لیے کئی مرتبہ آتے رہے اور نہایت ایمانداری اور جرأت کے ساتھ شہادت حقہ ادا کی اس طرح پر انہیں متعدد موقعے اس سلسلہ کی تائید کے لیے ملے ہیں۔ اور باوجود غیر احمدی ہونے کے انہوں نے جس آزادی اور فراخ دلی سے حق کی تائید کی وہ اس قابل تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضائع نہ کرے۔ چودھری غلام حیدر خان صاحب چونکہ بڑے دلیر اور آزاد منش اور بے ریا انسان ہیں اس لیے وہ ان لوگوں کو خوش نہ رکھ سکے جو دھڑہ بندی اور منافقانہ کارروائیاں

کو پسند کیا کرتے ہیں۔ ان کی صاف مشربی اور افترا پردازیوں نے ضلع جہلم کے ڈپٹی کمشنر مسٹر کائی صاحب ․ ․ ․ ․ کو بھی بابو صاحب پر سخت ناراض کر دیا بلکہ اگر یہ کہا جاوے۔ کہ وہ ان مقدمات میں خود مدعی کا پارٹ ادا کر رہے تھے تو یہ کوئی مبالغہ نہیں۔ صاحب ممدوح نے بابو صاحب کے خلاف لوگوں کو ذیلداروں اور نمبرداروں کی معرفت یہ اعلان دیا۔ کہ بابو غلام حیدر خان کے خلاف جو لوگ گورنمنٹ کو مدد دیں گے۔ وہ ہر طرح سے محفوظ رہیں گے انہوں نے انسپکٹر جنرل صاحب پولیس پنجاب سے خاص اجازت لے کر منشہ گوبل چند سب انسپکٹر پولیس کو متعین کیا اور مدد علی شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس کو ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے تہانہ میں لے لیا میں ایک مقدمہ کا ثبوت بہم پہنچانے کے لیے ۱۵ ایوم کے لیے لگا دیا۔ ایسی حالت اور صورت جو مقدمہ اٹھایا جاوے۔ اس سے بچ نکلنا کوئی معمولی امر نہیں ہے۔ جہاں تک ممکن تھا اس مقدمہ میں بابو غلام حیدر خان صاحب کے خلاف مقدمات ثابت کرنے کے لیے پوری کوشش کی گئی اور وہ گذشتہ نومبر کو معطل کیے گئے۔ مقدمات کی تہ میں دراصل ایک شخص کی موقوفی تھی اور وہ بودہراج سارجنٹ پولیس جہلم تھا۔ جو بابو صاحب کی شکایتوں پر موقوف ہوا۔ اور یہ شخص منشہ بھیم سین انسپکٹر پولیس پنڈ دادنخان کا خسر تھا۔ اس بنا پر انسپکٹر صاحب کی مخالفت قدرتی امر تھا۔ اور اس مخالفت نے بابو صاحب کو ان سنگین الزامات کا نشانہ بنایا گیا اور اس طرح پر ان کو ان مصائب اور تکالیف کے لیے طیار ہونا پڑا جو ان مقدمات کے رنگ میں انہیں پیش آئیں۔ مگر خدا کے فضل نے ان کی دستگیری کی اور ان کی راستی اور انصاف پروری نے ان کے دامن کو بے لوث ثابت کیا۔ اس مقدمہ کے حالات پر روزانہ پیسہ اخبار میں ایک لیڈر نکلا ہے۔ میں اسے بجنسہ درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور بابو غلام حیدر خان صاحب کی بریت اور بحالی پر انہیں صدق دل سے **مبارکباد** دیتا ہوں۔ چودھری شہاب الدین صاحب وکیل بھی خاص مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی قانونی قابلیت سے اس مقدمہ میں خاص نام پایا اور کامیابی حاصل کی۔ میرے سامنے میں اس سوال کو بڑے زور کے ساتھ ہمارے معاصرین کو اٹھانا چاہیئے۔ کہ بلاوجہ

جو اس قدر اخراجات بابو صاحب کو برداشت کرنے پڑے ہیں۔ یہ بابو صاحب کو ضرور ملنے چاہئیں۔

یہ امر اور بھی خوشی کا موجب ہے کہ ان کے ایام تعطلی کی تنخواہ بھی بابو صاحب کو دی جائیگی اور اب وہ فیروز میں متعین ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ کا بھی بہت سا روپیہ فضول صرف ہوا۔ آئندہ کو امید ہے۔ گورنمنٹ بھی ایسے منسوب بااثر لوگوں سے سبق لے گی۔ بہرحال وہ آرٹیکل یہ ہے۔

روزانہ پیسہ اخبار کی اشاعت ماقبل گذشتہ میں یہ قابل داد انصاف " کے عنوان سے یہ خوش گوار خبر درج کی جا چکی ہے۔ کہ منشی غلام حیدر خان صاحب تحصیلدار جہلم قریباً ایک سال کی معطلی و پریشانی کے بعد آخر کار تمام الزامات سے پاک ثابت ہوئے۔ اور پورے اعزاز کے ساتھ اپنے منصب پر بحال ہو کر ضلع فیروز پور میں تعینات کیے گئے۔ مگر چونکہ تحصیلدار صاحب پر جو افتاد پڑی۔ وہ اپنی نوعیت میں بڑی قابل تاسف و ہمدردی ہونے کے ساتھ ایسی ہے۔ کہ دفعتاً فوقتاً بعض لائق و مستعد سرکاری اہل کاروں خصوصاً جوڈیشل افسروں کو محض اپنے اوصاف حسنہ کے باعث حاسد خود غرض یا متعصب پارٹیوں کی سازشوں سے پیش آتی اور ان کی جفاکشی و دیانتداری کو ہ

سے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

کا مصداق بناتی رہتی ہیں۔ جیسا کہ تھوڑے ہی دن قبل ایک نامور ہندو ڈسٹرکٹ جج کے آفت میں مبتلا ہونے سے ظاہر ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منشی غلام حیدر کے کیس پر شروع سے آخر تک ایک سرسری نظر ڈال کر روئداد مقدمہ کی مدد سے ان کی معطلی و بحالی کے واقعات اجمالاً ہدیہ ناظرین کیے جاویں تاکہ پبلک ایسی اہل کاروں کی مشکلات کا قدرے اندازہ لگانے کے ساتھ ہی انگریزی انصاف کی قدردان بننے کا موقع پائے اور آئندہ اگر کوئی بدنصیب اہلکار خدانخواستہ ایسی مصائب کا شکار ہو تو اس کے کیریکٹر پر سوچ سمجھ کر نکتہ چینی کی جاوے۔

مختلف اضلاع پنجاب خصوصاً جہلم گجرات وگوجرانوالہ کے باشندے اس امر کے اعتراف میں ہرگز متامل نہ ہوں گے کہ

منشی غلام حیدر صاحب نہایت قابل منتظم اور چست تحصیلدار ہیں۔ ان کی ملازمت قریباً ۲۲ سال کی ہو چکی ہے۔ مگر اب تک آپ ماشاء اللہ نہایت تندرست۔ قوی الجثہ اور جوانوں کی مانند چاق چست نظر آتے ہیں۔ جولائی ۱۹۰۵ء میں آپ تحصیل جہلم میں تبدیل ہو کر آئے۔ ان ایام میں مسٹر پی۔ ڈی اگینیو صاحب راول پنڈی ڈپٹی کمشنر راول پنڈی) وہاں کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ منشی صاحب نے اپنے زمانہ ملازمت میں کئی عہدہ داروں۔ اہل کاروں اور خود غرض اشخاص کے ہتھکنڈوں کو شکست از بام کر کے انہیں برطرف۔ متنزل اور سزایاب کرا دیا تھا۔ جہلم کے ضلع میں تبدیل ہونے سے پہلے آپ راول پنڈی میں تھے۔ وہاں انہوں نے ایک ہندو وکیل کے گورنمنٹ کو ظالم کہنے پر اس قدر جوش ظاہر کیا کہ تمام ہندو آزردہ ہو گئے۔ جہلم میں آنے سے پیشتر ہی منشی صاحب کے بدخواہوں نے ان کو بدنام کرنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن مسٹر اگینیو صاحب جیسے بیدار مغز اور لایق افسر کے زمانے میں ان کی دال نہ گلی۔ اور قریباً دو سال تک وہ جہلم میں نہایت تعریف کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے غریب رعیت کی حمایت سے اپنے بدخواہوں کو اور بھی بیزار کر لیا۔ افسر مال رائے بھوانی داس صاحب بھی ان کے مدمقابل رہے۔ لیکن باوجود تمام مقابلہ کے انہوں نے کئی اہل کاروں کی بدذاتیاں پایہ ثبوت کو پہنچا کر انہیں موقوف متنزل و تبدیل کرایا۔ منجملہ ان کے قابل تحسین کارناموں کے ایک یہ بھی تھا۔ کہ انہوں نے مہتہ بودھ راج سارجنٹ پولیس کے برخلاف جوڈیشل فیصلجات میں سخت ریمارکس کیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارجنٹ مذکور موقوف ہوا۔ یہ سارجنٹ مہتہ بھیم سین انسپکٹر پولیس ضلع جہلم کا سالا تھا اس کی موقوفی نے قدرتی طور پر جو رنج مہتہ بھیم سین صاحب کو پہنچایا۔ اس کا اندازہ ناظرین خود لگا سکتے ہیں۔ اگر مہتہ صاحب کا بس چلتا۔ تو وہ غالباً منشی صاحب کی ہستی ہی مٹا دیتے۔ مگر مسٹر اگینیو صاحب کے زمانے میں ان کی کوئی کارستانی پیش نہ گئی۔ جہلم سے منشی صاحب ․ ․ ․ گجرات

کی تحصیل کھاریاں میں تبدیل ہو گئے۔ اور اپنا کام نیک نامی کے ساتھ بے غل و غش کرتے رہے۔ مگر قریباً ایک سال کے بعد بدقسمتی سے وہ پھر ضلع جہلم میں تبدیل ہو آئے اور بجائے حضور تحصیل کے تحصیل پنڈ دادن خان میں تعینات کئے گئے۔ اس وقت تک مسٹر ایگنیو صاحب ہی ڈپٹی کمشنر تھے۔ پنڈ دادن خان میں تعینات ہونے سے چند روز پیشتر مہتہ بھیم سین صاحب نے صاحب ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر منشی صاحب کے برخلاف وہ زہر اُگلا کہ صاحب موصوف حیران ہو گئے۔ اُس نے صاحب بہادر سے کہا کہ منشی غلام حیدر خان بڑا بد چلن مرتشی اور متعصب مسلمان ہے لیکن چونکہ صاحب بہادر منشی صاحب کو خوب جانتے تھے اور جس حسن انتظام سے اُنھوں نے صاحب موصوف کے ماتحت دو سال تک تحصیل جہلم میں تحصیلداری کی تھی۔ اُس کا حال اُن پر آئینہ تھا۔ اس لئے مسٹر ایگنیو کے دل پر مہتہ بھیم سین کی شکایت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ مگر مہتہ صاحب آتش عداوت میں بھُن رہے تھے اور انتقام کا کوئی موقع تاک رہے تھے۔ پس جب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر پر اُن کی چالاکی کا جادو نہ چلا۔ تو انھوں نے تحصیل پنڈ دادن خان کے سب ڈویژنل افسر مسٹر بانڈ صاحب وحال ڈپٹی کمشنر کانگڑہ سے رجوع کی۔

اِس موقع پر مہتہ بھیم سین صاحب کی نسبت یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ وہ تحصیل پنڈ دادن خان کے باشندے ہیں اور تحصیل مذکور میں بڑی املاک و جائیداد رکھتے ہیں۔ اُن کی رشتہ داریاں سارے ضلع جہلم میں ہیں اور خاص تحصیل پنڈ دادن خان میں مہتہ صاحب کی ہمقوم آبادی کا ایک جزو اعظم ہیں۔ اِن سب پر طرہ یہ کہ مہتہ صاحب اپنی ۳۲ سالہ ملازمت میں سے ۲۶ سال ضلع جہلم ہی میں رہے ہیں اور منشی غلام حیدر صاحب کی تعیناتی سے اُن دنوں وہ پنڈ دادنخان ہی میں انسپکٹر تھے۔ جس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اُن کا رسوخ تحصیل پنڈ دادن خان میں کس حد تک ہو گا۔ پس غلام حیدر خان صاحب کا پنڈ دادن خان میں تبدیل ہو کر آنا ہی اُن کے مجسم رشوت ستاں ظاہر کئے جانے کے لئے کافی تھا۔

مہتہ صاحب نے منشی صاحب کے تشریف لانے سے پیشتر ہی مسٹر بانڈ صاحب کے کان اُن کی طرف سے بھرنے شروع کر دیئے اور اُنھیں یہ کہکر منشی صاحب سے بدظن کر دیا کہ غلام حیدر بڑا بد چلن۔ رشوت ستاں اور متعصب مسلمان ہے۔ مسٹر بانڈ منشی صاحب کو پہلے سے نہ جانتے تھے۔ ورنہ وہ بھی ایگنیو صاحب کی طرح مہتہ صاحب کے بیان کو ہرزہ سرائی سے زیادہ وقعت نہ دیتے۔ لیکن منشی صاحب سے ناواقف ہونے کا یہ نتیجہ ہوا کہ بانڈ صاحب نے مہتہ صاحب کی رام کہانی کو سچا باور کر کے صاحب کمشنر بہادر راولپنڈی سے زبانی شکایت کی۔ اُس موقع پر کمشنر صاحب نے اِس شکایت پر کوئی نوٹس نہ لیا۔ لیکن چونکہ خدا کو یہ منظور تھا کہ منشی غلام حیدر خان ایک سال معطل رہکر پبلک بھر میں رسوا ہوں اور بجائے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری پر ترقی پانے کے معرض تعطل میں رہیں اور وہ اُن کے احباب و متعلقین اتنے عرصہ تک لخت دل کھائیں اور خون جگر پئیں۔ پس ایسے اسباب ظاہر یہ پیش آئے کہ اُنہی دنوں مسٹر ایگنیو صاحب رخصت پر تشریف لیگئے اور مسٹر کانلے صاحب ضلع جہلم کے ڈپٹی کمشنر مقرر ہو کر آئے۔ قریباً ۸ ماہ تک منشی صاحب مسٹر کانلے صاحب کے زمانہ میں بھی پنڈ دادن خان کے تحصیلدار رہے۔ اس عرصہ میں صاحب موصوف منشی صاحب کے کام اور انتظام سے بہت خوش رہے۔ چنانچہ ۱۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو صاحب موصوف نے منشی صاحب کے اعمالنامہ میں نہایت تعریفی الفاظ درج فرمائے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ مہتہ بھیم سین انسپکٹر منشی غلام حیدر خان سے سخت دشمنی رکھتا ہے۔

۱۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو مسٹر کانلے صاحب نے ایسا اعلیٰ سرٹیفکٹ دیا اور ۲۰ مارچ ۱۹۰۵ء کو منشی غلام حیدر پنڈ دادن خان سے تبدیل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں چلے گئے۔ اُنکی تبدیل ہونے کے بعد مسٹر بانڈ صاحب بھی ضلع جہلم سے تبدیل ہو گئے اور اُن کی بجائے مسٹر رڈکن صاحب اسسٹنٹ کمشنر سب ڈویژنل افسر ہو کر پنڈ دادنخان میں تشریف لائے۔

مہتہ بھیم سین صاحب منصوبہ بازی اور منشی صاحب کی تخریب کے برابر درپے رہے۔ اُن کے سالے لودھراج کی موقوفی کے علاوہ منشی صاحب نے دوران تحصیلداری پنڈ دادن خان میں مہتہ صاحب کے ایک ذاتی مقدمہ مال میں مہتہ صاحب کے برخلاف فیصلہ دیا تھا۔ علاوہ بریں اُنھوں نے یہ حکم جاری کرایا تھا کہ [illegible] کو کاغذات و خط و کتابت سرکاری میں راجہ یا سردار کے لقب سے مخاطب نہ کیا جائے۔ جب تک کہ اُسے گورنمنٹ کیطرف سے خطاب راجگی یا سرداری نہ ملے۔ منشی صاحب کی اس کارروائی نے تحصیل پنڈ دادن خان کے علاقہ کے کل ہندو مسلمانوں کو منشی صاحب کے برخلاف کر دیا تھا۔ اُس تحصیل میں ہر شخص و ناکس اپنے آپ کو راجہ یا سردار کہلاتا تھا اور اہلکاران تحصیل اِن دونوں خطابات کو ہر اہل و نا اہل کے نام کے ساتھ لگا دیتے تھے۔ ہری سنگھ ساہوکار ونالی تحصیل پنڈ دادن خان کا ایک نہایت دولتمند شخص ہے۔ منشی صاحب کی نوازش سے اُس کا فرضی خطاب سرداری جاتا رہا۔ علاوہ بریں منشی صاحب نے ساہوکار مذکور پر بجائے ۲۲۰ کے ۵۲۰ روپے ٹکس لگا دیا۔ مہتہ بھیم سین صاحب تو پہلے ہی سے منشی صاحب کے برخلاف اُدھار کھائے ہوئے تھے۔ اب ہری سنگھ صاحب بھی اُن کے طرفدار ہو گئے۔ ہری سنگھ کی ملکیت قریباً ستر دیہات تحصیل پنڈ دادن خان میں ہیں اور مختلف مقامات میں اُس کے پندرہ کارخانے ہیں اُس کا مہتہ بھیم سین سے ہمخیال ہونا گویا سمند ناز کو تازیانہ لگنا تھا۔

منشی غلام حیدر خاں صاحب نے میونسپل کمیٹی پنڈ دادنخان کے متعلق چند ایسی باضابطہ کارروائیاں کیں اور قانونی احکام جاری کئے کہ باشندگان خاص پنڈ دادن خان بھی اُنکی برخلاف ہو گئے۔ مہتہ صاحب اور ہری سنگھ کی عنایت سے دیگر تمام اہلکاران و وکلائے تحصیل بھی جو بالعموم ہندو تھے۔ منشی صاحب سے بگڑ گئے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ پنڈ دادن خان کا ہر ایک متنفس منشی صاحب سے ناراض اور آزردہ خاطر ہو گیا۔ مہتہ صاحب اور ہری سنگھ ساہوکار کے ذاتی رسوخ کے ساتھ جب دیگر اشخاص کی آزردگی اور رنجش جمع ہو گئی۔ تو گویا منشی صاحب پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ مسٹر رڈکن صاحب ایک تیز طبع نوجوان سب ڈویژنل افسر تھے۔ منشی صاحب دو تین ماہ پہلے سے تبدیل ہو کر پھالیہ ضلع گجرات میں جا چکے تھے۔ اہل غرض اشخاص اُن کے خلاف آسمان و زمین کے قلابے ملانے پر تلے بیٹھے تھے۔ اس سے بہتر موقع ملنا محال بلکہ ناممکن تھا۔ پہلے مسٹر رڈکن صاحب کے دل کو زہر آلود کیا گیا اور پھر صاحب موصوف کی معرفت مسٹر کانلے صاحب ڈپٹی کمشنر کے نیک خیالات کو بھی مبدل کیا گیا۔ غرضیکہ مسٹر رڈکن صاحب نے منشی صاحب کی معطلی کی سفارش کردی اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے بھی تصدیق فرمایا۔ صاحب کمشنر بہادر چونکہ مسٹر بانڈ صاحب سابق ڈویژنل افسر سے وجہ منشی صاحب کے برخلاف ابتدائی شکایت سُن چکے تھے۔ اُنھوں نے بھی ہاں میں ہاں ملا دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منشی صاحب رشوت ستانی کے الزامات میں بحکم جناب آنریبل مسٹر گارڈن واکر صاحب فنانشل کمشنر پنجاب ۳ نومبر ۱۹۰۵ء سے معطل کئے گئے اور الزامات کی تحقیقات و ثبوت کے لئے دو یورپین سولین افسر گورنمنٹ کی جانب سے مامور ہوئے۔

معطلی کے بعد پہلے کچھ عرصہ مسٹر رڈکن صاحب اسسٹنٹ کمشنر اور بعد میں مسٹر برڈ صاحب (حال ڈسٹرکٹ جج امرتسر) سپیشل ڈیوٹی پر رہے۔ مہتہ بھیم سین کی عنایت سے صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر [illegible] صاحب بھی منشی غلام حیدر خان صاحب کو پرلے درجہ کا رشوت ستاں خیال کرتے تھے۔ پولیس نے دہ بدہ بلکہ کو بکو اور گھر گھر پھر کر لوگوں کو اکسایا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے بمقام [illegible] علاقہ داران کے روبرو دستخطی تحریر اعلان دیا کہ جو لوگ منشی غلام حیدر کے برخلاف گورنمنٹ کو امداد دیں گے گورنمنٹ اُن سے خوش ہو گی۔ صاحب بہادر کے اس اعلان کی تعبیر عام پبلک کو یوں سنائی گئی۔ کہ جو شخص چاہے منشی غلام حیدر خان پر الزامات رشوت لگائے کسی کو گرفت نہ ہو گی۔ بعض لوگوں کو یہ بھی سمجھایا گیا کہ جس قدر رشوت کوئی شخص منشی صاحب کو دینا بیان کریگا۔ اسی قدر روپیہ اُس کو گورنمنٹ سے دیا جاویگا۔ مسٹر رڈکن صاحب اور اُن کے بعد مسٹر برڈ صاحب بھی پولیس کے نقش پا پر چلے۔ جس قدر مقدمات منشی غلام حیدر خان نے پنڈ دادن خان کی تحصیلداری کے زمانہ میں فیصل کئے تھے۔ اُن کی فہرست طیار کی گئی۔ فریقین سے اُن کے دیہات میں جا کر رشوت دینے نہ دینے کی بابت پوچھا گیا۔ غرض کہ اس طرح بہت سے مقدمات منشی صاحب کے برخلاف کھڑے کئے گئے۔

بقیہ دیکھو صفحہ ۶
کالم ۲

شاگرد کا خط اُستاد کے نام*

جناب اوستاد صاحب بابو عمر دراز خان صاحب کلرک سی۔ آر۔ ای۔ آفس ڈیرہ اسمٰعیلخان ... آپ کا کارڈ مسٹر ثناء اللہ کے نام آیا تھا مجھے بھی دیکھنے میں آیا۔ جس میں آپ نے میرا بھی حال دریافت فرمایا ہے جس میں آپ کی اس عنایت اور یادآوری کا مشکور ہوں۔ گو جناب نے مجھکو ایک عرصہ سے بالکل فراموش کر دیا ہے۔ یعنے مجھ کو اس قابل نہیں سمجھا۔ کہ مجھ سے سلسلہ خط و کتابت کا رکھا جاتا۔ اگرچہ میں کیسا ہی ہوں۔ اور کسی [illegible] کا پابند ہوں۔ مگر میرا مذہب اور عقیدہ آپ کے خط کا جواب دینے سے ہرگز مانع نہیں ہے۔ آپ نے جو مجھ کو پڑھانے [illegible] ہے اس کا اعتراف اور شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور ایسا [illegible] سے اس بات کا بھی خواہاں و [illegible] ہوں کہ جس طرح آپ نے میرے ساتھ [illegible] ہے۔ اسی طرح اللہ تعالٰے آپ کے [illegible] کرکے اپنے صادق اور راستباز کی پہچان عطا کرے۔ آمین۔

مسٹر ثناء اللہ کے نام جو خط آپ نے لکھا ہے [illegible] مرتد ڈاکٹر یعنے عبدالحکیم خان کے [illegible] اور خدا کے مسیح صادق سے [illegible] افضل الرسل سیدنا و مولانا [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] والے پر بہت خوشی کا اظہار اور خود بھی اس کی کتابیں خریدنے [illegible] کا تذکرہ کیا ہے حالانکہ مرتد ڈاکٹر [illegible] خدا کے مسیح صادق علیہ السلام [illegible] اختیار کرکے گمراہی اختیار [illegible] بلکہ اس نے صاف طور پر لکھا [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] اور راستے بھی نجات پانے اور [illegible] کے ملنے کے موجود ہیں اور یہ کہ کوئی ضروری نہیں۔ کہ ایک شخص پر ایمان نہ لانا نجات سے مانع ہو کیا خدا کی خدائی میں ایک آدمی ہی نجات کا ذریعہ ہے اور کوئی راہ نہیں؟ ایسا خیال کرنا مرتد مذکور کے نزدیک خدا کی خدائی کی توہین کرنا ہے چنانچہ جن الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے وہ اس کی کتاب ذکرالحکیم [illegible] میں اس طرح ہیں "کہ اتباع محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نجات کا سیدھا اور آسان راستہ ہے۔ مگر یہ نہیں کہ اس بے انت ذات کے تمام قوانین رحمت و مغفرت ایک ہی انسان کے تابع ہوگئے۔ خداوند عالم کی توہین اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے۔ کہ اس کا ماننا اور اس کی عطا کردہ عقل اور فطرت کے مطابق اعمال صالح کرنا اور بدی سے بچنا موجب نجات نہیں ہوسکتے تاوقتیکہ ایک انسان کو ساتھ نہ مانا جاوے"

پھر ذکرالحکیم نمبر ۴ حاشیہ میں لکھتا ہے کہ "اللہ تعالٰے توحید و تزکیہ نفس کو ہی مدار نجات قرار دیتا ہے۔ نہ کہ محمدؐ پر ایمان لانے کو یا مسیح پر۔ کہیں کہا ہو تو وہ آیت بتلائی ہوتی"

اب ان تمام عبارتوں کا جو کچھ مطلب ہے بالکل صاف ہے کہ نہ تو قرآن کی ضرورت نہ کسی نبی کی ضرورت۔ نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر اعمال صالح بجا لانا موجب نجات ہے۔ کیونکہ مرتد ڈاکٹر نے صاف طور پر لکھدیا ہے کہ اس میں خدا کی توہین ہے۔ کہ اس کی عطا کردہ عقل اور فطرت کے مطابق اعمال صالح کرنا اور بدی سے بچنا موجب نجات نہیں تاوقتیکہ ایک انسان کو ساتھ نہ مانا جاوے اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ یہ بھی کہدیا کہ توحید اور تزکیہ نفس ہی محض کافی ہے نہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسیح پر ایمان لانا۔ اب ایک موٹی سی عقل والا بھی غور کئے بدوں نتیجہ نکال سکتا ہے کہ یہ مرتد نہ صرف مرزا صاحب سے مرتد و منحرف ہوا ہے بلکہ دراصل یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء سے باغی ہے کیونکہ مرتد کو وہ باتیں سوجھیں۔ جو کہ دہرم پال مرتد اور عماد الدین کو بھی نہ سوجھی تھیں۔

مجھ کو اگر کچھ تعجب ہے۔ تو صرف یہ ہے کہ اس مرتد کی کتابیں دیکھنے سے تو آپ اس نتیجہ پر پہونچے۔ کہ گویا نعوذ باللہ حضرت اقدس جری اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دہوکے باز ہیں۔ مگر یہ خیال نہ آیا کہ یہ مرتد کہتا کیا ہے۔ کیا اسلامی عقیدہ کے خلاف تو نہیں چلتا۔ افسوس کہ آپ نے محض مرزا صاحب کے عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء کی توہین آمیز کتابوں کو بڑے شوق و ذوق سے خریدا اور پڑھا اور لطف یہ کہ آپ مدعی تو اس بات کے ہیں کہ اللہ اور رسول کافی ہے۔ عشق رسول کے دیوانوں کو بجز دیدار اور محبت اُن کے دوسرے کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔ اور پھر ایسی تحریر خریدتے اور پڑھتے ہیں۔ جس میں عشق رسول کے دیوانوں کو یہ راگ سنایا جاتا ہے۔ کہ "خداوند عالم کی توہین اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔ کہ اس کا ماننا اور اس کی عطا کردہ عقل اور فطرت کے مطابق اعمال صالح کرنا اور بدی سے بچنا موجب نجات نہیں۔ تاوقتیکہ ایک انسان کو ساتھ نہ مانا جاوے" اور پھر سناتے ہیں کہ "اللہ تعالٰے محض توحید و تزکیہ نفس کو ہی مدار نجات قرار دیتا ہے نہ کہ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کو یا مسیح پر" اب خود ہی اپنا منہ گریبان میں ڈال کر غور کریں اور سوچیں کہ اس مرتد کے عقیدہ کے بموجب آپ گمراہی کے اتہاہ گنڈہ میں پڑے ڈبکیاں کہا رہے کہ نہیں؟ اور کہ خدا کی توہین کر رہے ہیں کہ نہیں؟

آپ یقیناً آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کے بغیر نجات محال خیال فرماتے ہوں گے۔ جیسا کہ آپ کی تحریروں اور تقریروں سے ظاہر ہوتا رہا ہے۔ مگر عبدالحکیم صاحب کا عقیدہ آپ کے عقیدہ کے سراسر خلاف ہے۔ پہر جس صورت میں آپ کا اور اس کا عقیدہ بہت کچھ اختلاف رکھتا ہے تو اس کی تحریر پر آپ کا خوشی منانا سخت درجہ پر خسران میں مبتلا ہونا نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے۔ اور اگر فی الحقیقت مرزا صاحب کے عناد کی وجہ سے آپ کی ایسی ہی حالت ہوگئی ہے۔ کہ آپ بھی مثل مرتد مذکور کے عقل پرست ہوگئے ہیں تو اگرچہ ممکن ہے۔ کہ کسی دن ہی آپ بھی اعلانیہ یہ اشتہار دیں گے کہ محض تزکیہ نفس کافی ہے۔ اور تمام انبیاء محض بے سود آتے رہے۔ کیونکہ جس صورت میں بقول مرتد ڈاکٹر خدا کی عطا کردہ عقل اور فطرت نجات کے لئے کافی ہے۔ تو انبیاء کا وجود اور کتب سماوی کا ماننا نہ ماننا برابر ہے اور ایسا عقیدہ آپ کے دوست برہمو ہی رکھتے ہیں جن کے ساتھ کچھ عرصہ تک آپ کی ہاں سے ہاں ملتی ہے۔ اور ان دنوں میں یہ شعر بھی جناب کے ورد زبان رہا کرتا تھا۔ کہ

مباش در پے آزار و ہرچہ خواہی کن
کہ در طریقت ما جزایں گناہے نیست

رہا۔ میرزا صاحب کو آپکا دہوکے باز بیان کرنا۔ تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ایسا ہوتا رہا ہے۔ کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں۔ کہ موسےٰ کے وقت کے۔ داؤد کے وقت کے۔ یونس کے وقت۔ نوح کے وقت۔ شعیب کے وقت کے اور لوط کے وقت اور حضرت مسیح کے وقت اور بالآخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کے انسان اور آج کل کے انسان ساخت کے لحاظ سے یعنے ان کی بناوٹ اور ان کی بناوٹ میں جو میرزا صاحب کو دہوکے باز کہتے ہیں کچھ فرق ہے اور تھا ہو یا ایک تہیلی کے یہ تمام چٹے بٹے تھے اور ہیں۔ غرض کہ میرزا صاحب کو آپ کا یا کسی اور دنیا کے پرستار کا دہوکے باز کہنا کوئی نئی بات نہیں۔ ایسا ہوتا آیا ہے اور مخالف اور مرتد کہتے آئے ہیں۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ

کہ۔ چو چشم حق شناس و نور عرفانش نہ بخشیدند
نہادی نام کافر لاجرم عشاق ملت را

ہر ایک مسلمان معمولی طور پر بھی ڈاکٹر مرتد کی کتابیں دیکھ کر اس کی حالت کا اندازہ کرسکتا ہے اور اُس پر یہ بات بخوبی روشن ہوسکتی ہے۔ کہ دراصل یہ شخص صرف مرزا صاحب سے ہی باغی نہیں بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام اس کے عقیدہ کے بموجب لوگوں کو گمراہی میں ڈالنے کے لئے تشریف لائے۔ مجھ کو یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ آپ سے کہوں کہ ایسے بدعقیدہ والے شخص کی کتابیں خرید کر اور پڑھ کر کیوں

رفیع محمد

* یا ایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تومنون باللہ و رسولہ کے کیا معنے ہیں تعجب کہ باوجود مفسر ہونے کے قرآن سے اسقدر بے علمی۔ منہ

ڈیرہ اسمٰعیلخان میں جو صاحب الحکم کے خریدار ہیں ان سے یہ التماس ہے کہ وہ ضرور اس خط والے اخبار کو بابو عمر دراز خان صاحب کلرک دفتر بارگ ماسٹری جو [illegible] میں رہتے ہیں دکھلا دیں نہایت مہربانی ہوگی۔ منہ

آپ نے اپنے پیسے اور وقت کو برباد کیا کیونکہ ممکن ہے کہ پردہ زنگاری میں کچھ اور معاملہ ہو۔ مگر ہان یہ ضرور دریافت کرنا قرین مصلحت سمجھتا ہون۔ کہ آپ نے اس مرتد "ڈاکٹر" کی کتابین تو خرید اور پڑھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ میرزا نعوذ باللہ دہوکے باز ہین۔ کیا اچھا ہوتا۔ کہ آپ دہرمپال مرتد اور پادری عماد الدین کی کتابین ترک اسلام اور تہذیب الاسلام نیز ہدایت المسلمین وغیرہ۔ بہی خرید کر پڑھتے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بھی آپ کو رائے پاس کرنے کا موقعہ مل جاتا اگر آپ کے ذہن سے یہ بات پہلے اُتر گئی ہو۔ تو اب ایسا ضرور بضرور کرین۔ تاکہ کہیں گمراہی مین نہ رہین۔

۲۔ اس کے بعد آپنے اس کارڈ مین میرزا صاحب قبلہ کے بعض الہام کا ذکر کرکے فرمایا ہے۔ کہ آپ کو ہنسی آتی ہے۔ کیون نہ ہو اگر آپ جیسے بزرگ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین ہوتے۔ تو کیا وہ اس وقت کم ہنستے جس وقت کہ عبداللہ ابن ابی سرح کاتب الوحی مرتد ہوا تھا میرے خیال مین تو آپ اسوقت بے اختیار ہو کر قہقہے لگا کر وہان سے بہاگتے اور کبھی بھی مسلمانی اور اسلام کا نام نہ لیتے ایسے ہی مسیح یا کسی اور نبی کے وقت ہوتے تو ان سے مرتد ہونے والے لوگون نامرادون کو دیکھ کر ہنستے ہنستے بُرا حال کر لیتے یا جناب کے پیٹ مین درد ہونے لگتا اور بل پڑ جاتے۔

۳۔ پھر آپ نے میرزا صاحب کی نسبت محض غلط اور قطعاً بے بنیاد یہ افترا کیا ہے کہ نعوذ باللہ گویا حضرت تقدس مآب میرزا صاحب نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مساوات کا دم مارا ہے حالانکہ میرزا صاحب نے نہ تو کبھی ایسا دعوے کیا اور نہ آپ نے اُن کی کوئی ایسی تحریر پڑھی ہوگی۔ کہ جس کا مفہوم اور منشاء یہ ہو۔ ؎

کہ۔ پنجہ با پنجہ خدا دارم
من چہ پروائے مصطفےٰ دارم

جہان کہین ذکر کیا تو یہی ذکر کیا۔ کہ مجھکو جو کچھ ملا ہے وہ محض باطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملا اور اس کا بڑا ثبوت یہ دیا ہے۔ کہ میرزا صاحب کو بارہا یہ الہام ہوا ہے۔ کہ صل علی محمد و آل محمد جس کا منشا یہی ظاہر کیا ہے کہ جو کچھ الہام کلام اور مہدی و مسیح موعود وغیرہ کے مراتب ہے وہ محض باطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس لئے لازم ہے۔ کہ اُس حقیقی سرچشمہ کے جلال کی ترقی کے لئے بھی ہر وقت دُعا گو رہنا چاہیئے۔ اب ایک موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ کیا ایسا شخص جس کا مذہب یہ ہے۔ وہ مساوات کا مدعی ہے۔ ہرگز ہرگز نہین خوب غور کرین کہ وہ شخص ہرگز ہرگز مساوات کا مدعی نہین ہو سکتا۔ جو کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق مین ایسا محو ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے یون کہتا ہے۔ ؎

یا نبی اللہ توئی خورشید رہ ہائے ہُدا
بے تو نارد رو براہی عارف پرہیزگار
یا نبی اللہ لب تو چشمہ جان پرور است
یا نبی اللہ توئی در راہ حق آموزگار
زندہ آن شخصیکہ نو شد جرعہ از چشمہ ات
زیرک آں مردیکہ کرداست اتباع ات اختیار
عارفان را منتہای علم و رخت
صادقان را منتہائے صدق بر عشقت قرار
بے تو ہرگز دولت عرفان نمی یابد کسے
گرچہ میرد در ریاضت ہائے جہد بیشمار
تکیہ بر اعمال خود بے عشق رویت ابلہیست
غافل از رویت نہ بیند روئے نیکی زینہار
در دمم پیدا شود نورے ز عشق روئے تو
کان نہ باشد سالکان را حاصل اندر روزگار
یا نبی اللہ فدائے ہر سر موئے توام
وقف راہے توکنم گر جان دہندم صد ہزار
ہر کسے اندر نماز خود دعائے میکند
من دُعا ہائے بر و بارے تو ای باغ بہار

اور پھر ایک جگہ فرماتے ہین۔ ؎

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال

یعنے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری ہی کے ذریعہ ہر ایک نور اور کمال میسر آسکتا ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالی بھی بغیر آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے اور غلامی کے اپنا چہرہ نہین دکھلاتا۔ چنانچہ میرزا صاحب کا ایک یہ بھی الہام ہے۔ ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

۴۔ پھر آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ مدعا مجھکو میرا نبی ہی کافی ہے۔ ایسے ایسے بہت سے آئے اور چلے گئے۔ عشق رسول کے دیوانون کو بجز دیدار اور محبت ان کی دوسرے کو کب خاطر مین لاتے ہین۔ میان حافظ بالا سے جو کچھ ہے آس کو چہ اسپون سے کیا سروکار بس اللہ اور رسول کافی ہے۔ جو ذرا بھی تجاوز کیا پھر اس کا عشق کامل نہین۔ خوب بہت اچھا بے ادبی معاف! استاد کو شاگرد نے کیا لوکیا لکھے۔ بقول شخصیکہ ؎

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اب سوال ہے تو یہ ہے۔ کہ کیا آپ نے صرف صرف اللہ و رسول پر ہی اکتفا کیا ہے یا اللہ و رسول کی رضا مندی کی خاطر ان کے جان نثارون کی محبت کا بھی دم مارا ہے؟ کیونکہ ہمنے آپ کی سیرت اور لائف مین ایک وہ بھی وقت ملاحظہ کیا ہے۔ جبکہ ہر وقت جناب کے ورد زبان خواجہ خواجہ ہی رہا کرتا تہا یعنے ہر وقت جناب تقدس مآب خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمتہ کے ذکر خیر سے رطب اللسان رہا کرتے تھے۔ ایسا ہی جناب پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ذکر اذکار سے بھی کافی دلچسپی رکھا کرتے تھے۔ ایسے ہی جناب مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمتہ سے بھی کافی محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ مجھ کو ایک دفعہ ان کی سوانحعمری بھی پڑھنے کے لئے عنایت کرکے اس کے مطالعہ کے لئے سخت تاکید کی تہی۔ ایسا ہی ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ پر تو ایسے فدا تھے۔ کہ ہر وقت یہ زبان زد رہا کرتا تہا۔ کہ

بندہ پروردگارم اُمت احمد نبی ؐ
دوستدار چار یارم تابع اولاد علیؓ
مذہب حنیفہ دارم ملت حضرت خلیل
خاک پائے غوث الاعظم زیر سایہ ہر ولی

گو یہ ممکن ہے۔ کہ اب آپ کو زیر سایہ ہر ولی والے فقرہ سے انکار و فرار ہو گیا ہو اس لئے مذکورہ بالا بزرگون کی محبت کو عشق کامل رسول کے منافی خیال کیا ہوگا اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تہا۔ کیونکہ اولیاء اللہ لڑی کے موتیون کی طرح ہوتے ہین۔ جب ایک کا انکار ہوا تو دوسرے سے لازماً وحتماً انکار و فرار ہونا کچھ ہی مشکل نہین۔ پس جس صورت مین میرزا صاحب باوجودیکہ ان کی صداقت کے نشان شمس النہار کی طرح چمک رہے ہین۔ مگر آپ ہین کہ ایک مرتد کے ارتداد سے ایسا نالائق نتیجہ نکالتے ہین کہ گویا نعوذ باللہ اس مرتد کا ارتداد میرزا صاحب کے جھوٹے اور دہوکے باز ہونے کی دلیل ہے۔ اس لئے تو آپ نے یہ فقرہ تحریر فرمایا جس کا خود پہلے اقرار تہا۔ ہم آپ سے دریافت کرتے ہین کہ اگر مذکورہ بالا بزرگون پر اور حضرت مسیح موعود پر ایمان عشق کامل خدا و رسول کے منافی ہے۔ تو آپ نے پہلے جوانی پر یعنے حضرت مسیح موعود کے علاوہ مذکورہ بالا بزرگون پر ایمان لاکر اپنا وقت ان کے ذکر اذکار مین برباد کیا ہے۔ اس کی تلافی کیسے ہوگی؟ کیونکہ آپ کا اقرار ہے۔ کہ پس اللہ و رسول کافی ہے۔ جو ذرا بہی تجاوز کیا پھر اس کا عشق کامل نہین اس کا جو کچھ مطلب ہے بالکل صاف ہے لیکن مشکل تو یہ ہے۔ کہ ایک جگہ تو آپ نے کچھ لکھا اور دوسری جگہ کچھ۔ اس پر غور فرماوین کہ مسٹر ثناء اللہ کو یہان پر تو یہی وصیت کی ہے۔ پس اللہ و رسول کافی ہے۔ جو ذرا بھی تجاوز کیا۔ تو پھر اس کا عشق کامل نہین عشق رسول کے دیوانون کو بجز دیدار اور محبت ان کے لئے دوسرون کو کب خاطر مین لاتے ہین اور دوسری جگہ ہدایت فرماتے ہین۔ کہ یہ خوب تصوف کی کتابین مطالعہ مین رکھو۔ دل مین حرارت پیدا کرو اور کسی کامل بزرگ کے دست بیع ہو جاؤ حالانکہ اس سے پہلے فرما چکے ہو کہ یہ میرزا صاحب اور اس کے مرید تم اس کے مرید ہو یا نہ ہو۔ نجات نصیب نہین۔ جب تک اپنی حقیقت تام سے خبر نہین۔ مولسنا کوچہ جاناں کی سیر کرو۔ اس کے علاوہ میرزا صاحب کی تردید بیعت مین یہ بھی فرمایا کہ ایسے ایسے بہت سے آئے اور چلے گئے مین ان متضاد باتون کو پڑھ کر سخت حیران ہون اور مجھ کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔ کہ اولیاء الرحمان کی عداوت کی کا یہ پہل ہے کہ ایک نہنے سے کارڈ مین اس قدر ایک دوسرے سے اختلاف کہانے والی باتون کا ذکر کیا ہے۔ میں اپنے طور پر عرض کرتا ہون۔ کہ جب آپ کا مشرب یہ ہے۔ کہ اللہ و رسول کافی ہے۔ جو ذرا بھی تجاوز کیا تو پھر اس کا عشق کامل نہین۔ تو پھر ثناء اللہ بیچارہ کو کیوں کسی کامل یا ناقص بزرگ کی بیعت کرنے کے لئے مجبور کرتے ہو کیونکہ یہ بات تو بدیہی ہے کہ ثناء اللہ بہی عشق رسول کا دیوانہ ہے اس لئے

اس لئے وہ آپ کو صاف صاف کہنا کہ آپ کا قافیہ تنگ کر سکتا ہے کہ عشق رسول کے دیوانون کو بجز دیدار اور محبت اونکے دوسرے کو کب خاطر میں لاتے ہین اور کہ اللہ و رسول کافی ہے جو ذرا بھی تجاوز کیا تو پھر اوسکا عشق کامل نہین "اور یہ ایسا دندان شکن جواب ہے کہ بعد اس جواب کے آپ سے ممکن نہین کہ کوئی کلمہ زبان سے نکل سکے وجہ یہ کہ آپ کی زبان سے ہی آپ پر اتمام حجت ہو جاویگی رہا بزرگ کامل و ناقص کا جھگڑا اوسپر بھی آپ کا اتفاق ہونا مشکل ہے کیونکہ اگر بفرض محال مسٹر شناء اللہ نے آپ کے سب سے آخیری حکم (کسی کامل بزرگ کے دست بیع ہو جاؤ) پر عامل ہونیکے لئے بمشکل کسی بزرگ کو تلاش کر کے اوس کی بیعت کر لی۔ اور آپ یہ کورا او رو کھا پیکھا جواب سنادین کہ میان! ایسے ایسے بہت سے آئے اور چلے گئے تو بتلائے کہ اوسکے محنت برباد ہوی کہ نہین؟

پس بہتر تھا کہ اوسکو ایسی نصیحت ہی کرتے جس کا اوسکا اثر ہو۔ لطف تو یہ ہے کہ ایک جگہ آپ فرماتے ہین کہ بخدا مجکو میرا اُمّی نبی ہی کافی ہے "اور یون ان ڈائرکٹ سمجھاتے ہین کہ کسی کی بیعت نہین کر لی چاہئے اور پھر یہ حکم دیتے ہین کہ کسی کامل بزرگ کے دست بیع ہو جاؤ۔ تو خدارا کامل بزرگ کسی کہتے ہین؟ اوس کی ذرا تشریح تو کر دی ہوتی کہ کامل ہین ایسے نشان پائے جاتے ہین شاید وہ نشان میرزا صاحب بطلہ میں ملجاتے ہین تو کیا حرج درست ہے کہ ترک بیعت بھی تو کر دو ضد کی اور گم گشتہ یا پوشیدہ کی تلاش کر کے محنت شاقہ برداشت کی جاوے۔

فی الحال میں اسی پر بس کرتا ہون باقی پھر اگر ضرورت پڑے تو عرض کرون گا اور آپ پر یاد رکھین کہ یہ ایک تنقیدی نوٹ ہے جو آپ کے کارڈ پر عرض کیا گیا ہے اور مین اُمید کرتا ہون کہ آپ اس کو غور سے پڑھکر ضرور بطرز جواب باصواب سے مشکور فرماوین گے۔

کیونکہ جس طرح اوستاد ہونے کی حیثیت سے آپ کا مجہپر حق ہے ایسا شاگرد ہونے کی حیثیت مین میرا آپ پر حق ہے کہ کوشش کرون کہ جو دھوکے کی موٹی دیوار آپکے سامنے کھینچی گئی ہے وہ اُٹھ جائے اور خدا کے راستباز بندہ کا چہرہ آپکو نظر آوے باقی خیریت ہے والسلام

راقم

خاکسار وہی حسین احمد
از لاہور چھاؤنی

دیکھو بقیہ صفحہ تین پر آگے

مسٹر رڈکن صاحب کی تحقیقات شروع کرنے سے پیشتر پولیس نے منشی صاحب کے خلاف بعض لوگون کے بیانات لکھے پھر ان بیانات کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے ہاتھ سے قلم بند کرایا۔ بعد ازان مسٹر رڈکن صاحب نے انہین اشخاص کے بیانات لکھے اور آخر الامر مسٹر برڈ صاحب کے روبرو منشی غلام حیدر خان کی غیر حاضری مین چوتھی دفعہ بیانات لکھے گئے۔ جس کا بیان ایک دفعہ لکھا گیا اُس کو پولیس نے یہ کہدیا کہ اگر اس بیان سے بدلا تو حلف دروغی کے جرم کا مرتکب ہوا۔ جہان مخالفت کا یہ عالم ہو اور کاروائی ایسے بیقاعدہ طریق سے کی گئی ہو۔ ہان رشوت ستانی کے الزامات کا عائد ہونا کیا بڑی بات تھی۔ سینکڑون اشخاص گواہ بنائے گئے۔ جعلی بہیات بنائی گئین۔ بیانات کو تین تین چار چار مرتبہ پختہ کیا گیا۔ غرضکہ کوئی ممکن دقیقہ الزامات کے متعلق ثبوت بہم پہنچانے مین اُٹھا نہ رکھا گیا۔ منشی غلام حیدر صاحب کی خوش قسمتی سے مسٹر برڈ صاحب جیسا نیک نیت اور منصف مزاج افسر تحقیقات پر مامور ہوا۔ اسنے تمام ضلع مین دورہ کر کے جملہ اشخاص کے بیانات چوتھی مرتبہ قلمبند کرنے کے بعد سات مقدمات ایسے منتخب کئے جو اُن کی اور سرکاری وکیل لالہ لکھمی داس صاحب بارسٹرایٹ لا کی رائے مین مضبوط ترین اور پایہ ثبوت کو پہنچنے کے قابل تھے۔ صاحب موصوف نے بحکم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء سے منشی غلام حیدر خانصاحب پر ہر باضابطہ تحقیقات شروع کی۔ سات انتخاب کردہ مقدمات مین جو الزامات تھے اونکو فرد جرم کی صورت مین تحریر کر کے اونکی نقل وکیل ملزم چودھری شہاب الدین صاحب بی اے ایل ایل۔ بی وکیل چیف کورٹ پنجاب کے سپرد کی گئی۔ استغاثہ کیطرف سے مسٹر لکھمیداس صاحب اور منشی صاحب کیطرف سے چودھری صاحب پیروکار تھے۔ قریباً ڈیڑھ ماہ تک اُن سات مقدمات کے متعلق شہادت ہوتی رہی۔ وکیل ملزم نے گواہان استغاثہ پر ایسی بیباک اور منطقی جرح کی کہ ہر ایک بیان بناوٹی اور جھوٹا نظر آنے لگا لیکن وکیل صاحب موصوف نے اس پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ انھون نے مہتہ بھیم سین صاحب انسپکٹر۔ مسٹر بایڈ صاحب۔ مسٹر رڈکن صاحب سٹ ڈسٹرکٹ صاحب کپتان پولیس اور مسٹر کانلے صاحب ڈپٹی کمشنر اور دیگر مخالفین کو گواہان صفائی کے طور پر طلب کیا اور اون سے ایسی جرح میں یہ ثابت کرا دیا کہ مقدمات تمام جھوٹے اور بناوٹی ہین اور کہ مہتہ بھیم سین صاحب انسپکٹر اور اونکے ہم خیال احباب اور صاحب غرض اشخاص اونکے بانی مبانی ہین۔ ملزم کی خوش قسمتی سے سرکاری وکیل نے مسٹر ایگنیو صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر راولپنڈی کا بیان استغاثہ کی طرف سے بطور گواہ کر دیا۔ صاحب موصوف کا بیان بذریعہ مسٹر میکن صاحب ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی ملزم اور اس کے وکیل کے مواجہہ مین کیا گیا۔ صاحب موصوف نے انجیل کے حلف پر مہتہ بھیم سین صاحب کی شکایت اور عداوت اور منشی غلام حیدر خانصاحب کی مظلوم پروری اور رعایا کی حمایت کے کارنامے ایسی وضاحت سے بیان کئے اُس کے بیان کے ملاحظہ کے بعد کسی امر کا شک نہین رہ سکتا۔ کہ صاحب ممدوح نے بڑے زور سے بیان فرمایا کہ غلام حیدر ہمیشہ غریب رعایا کا حامی اور ظالم اور جابر اہلکاران اور دیگر اشخاص کا ایسا مخالف رہا ہے کہ اوسپر ایسے ہزارون مقدمات کا کھڑا ہونا ذرا بھی تعجب کے قابل نہین۔

شہادت ختم ہونے کے بعد منشی صاحب کے قابل وکیل یعنے چودھری شہاب الدین صاحب نے مطول اور بسیط تقریر قریباً دو سو صفحہ حجم کی لکھکر مسٹر برڈ صاحب بہادر کی خدمت میں پیش کی۔ صاحب موصوف نے بعد ملاحظہ تقریر منشی صاحب کو بری الذمہ قرار دے کر اپنی رپورٹ اوپر بھیجدی۔ جب وہ رپورٹ صاحب ڈپٹی کمشنر اور کمشنر بہادر کے ہاتھون سے گذر کر آنریبل مسٹر گارڈن واکر صاحب فنانشل کمشنر پنجاب کے پاس پہنچی۔ تو صاحب ممدوح نے نوشیروانی انصاف سے منشی صاحب کی بحالی کا حکم صادر فرمایا اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ منشی صاحب کی معطلی کا زمانہ ملازمت سرکاری میں شمار ہو اور اونکو زمانہ معطلی کی پوری تنخواہ بھی دی جائے۔ اور وہ فیروزپور مین تعینات کئے جائین۔

مین اس بے نظیر کامیابی پر منشی غلام حیدر خان صاحب اور اُن کے فاضل وکیل چوہدری شہاب الدین صاحب کو ہر طرح سے مبارکباد کا مستحق سمجھتا ہون
ع کام اچھا ہے وہی جسکا مآل اچھا ہے"

لیکن مین اسقدر جتلا دینا ضروری خیال کرتا ہون۔ کہ جس مقدمہ پر خود گورنمنٹ کا کئی ہزار روپیہ صرف ہوا ہے۔ اور جسنے منشی صاحب اون کے متعلقین اور احباب کو ایک سال سے زیادہ عرصہ تک اسقدر رنج و غم اور ذلت میں مبتلا رکھا ہے۔ نیز جسنے منشی صاحب کو ایکسٹرا اسسٹنٹ ہونے سے اس قدر عرصہ تک محروم رکھا ہے۔ اور جسکی پیروی مین منشی صاحب کے ہزارون روپئے وکیل اور گواہون پر صرف ہو گئے ہیں اس مقدمہ کا انجام صرف منشی صاحب کی بحالی پر نہین ہونا چاہئے۔ جن اشخاص نے یہ محض اپنی خواہشات کیوجہ سے کھڑا کیا تھا۔ ان پر گرفت ہونی اور ان کو اپنے کئے کی پاداش ملنی ہمگر یزی انصاف پر ایک دھبہ ہے۔ اُمید ہے کہ گورنمنٹ زیر دفعہ ۱۸۱ تعزیرات ہند یا محکمانہ طور پر مقدمہ کے بانیون اور جھوٹے گواہون کا تدارک فرماکر اپنے افسران کو آیندہ کے لئے ایسے بزدلانہ حملون سے محفوظ رکھیگی نیز اپنے بچا مصارف کو آیندہ کے لئے بچائیگی۔ تو بالکل حق بجانب ہوگی۔ اگر اسموقعہ پر گورنمنٹ نے ایسی صریح اور صاف معاملہ میں کوئی نوٹس نہ لیا تو آیندہ ہر کہ ومہ کا حوصلہ بہت بڑھ جائیگا یہ امر نہایت قابل غور ہے کہ اگر منشی غلام حیدر صاحب مجرم ثابت ہوتے تو وہ علاوہ اپنی ۲۲ سالہ ملازمت کھونے اور موقوف ہونیکے شاید قانون فوجداری کے شکنجہ میں بھی کھینچے جاتے۔ پس جب ایک فریق کیواسطے نتائج ایسے سنگین ہونے ممکن تھے تو اسکی بریت کی صورت میں یہ بالکل قرین انصاف ہے کہ دوسرا فریق بھی اپنے کئے کی سزا پائے۔

الحکم اور وطن

قصہ مشہور ہے کہ ایک کبڑی سے کسی نے پوچھا کہ تو اپنی کمر سیدھی چاہتی ہے یا اورون کو کبڑا دیکھنا پسند کرتی ہے؟ کبڑی نے کہا میری دلی آرزو یہی ہے کہ سب کبڑی ہون میں بھی انکو اپنی طرح دیکھون۔ یہی حال قادیانی جماعت کا ہے۔ انکی دلی خواہش رہتی ہے کہ جس طرح ہم پر مدعی رسالت کیوجہ سے فتویٰ کفر لگا ہے سو اورون پر بھی لگتا رہے۔ چنانچہ آجکل ایڈیٹر وطن پر انہون نے فتویٰ لیکر شائع کیا ہے کہ یہ عیسائیون کی کتابین اسلام کے خلاف بھیجتا ہے ایسی فتویٰ بازیون کے تو ہم مخالف ہین البتہ اسمین شک نہین کہ ایڈیٹر وطن کا یہ فعل کسی طرح کسی دیندار کی نظر مین مستحسن تو کیا جائز بھی نہین ہوگا۔ اس پر بڑی حیرانی ہے کہ جن حضرات نے ایڈیٹر وطن کو اس کام کو ناپسند کیا ہے انکی بابت لکھا ہے کہ وطن کی ترقی پر انکو حسد آتا ہے (معاذ اللہ) اورونکی بابت تو ہم کچھ نہین کہہ سکتے۔ خاکسار ایڈیٹر اہلحدیث تو بھی دلسے کہتا ہے کہ وطن کی ترقی پر ہمکو حسد نہین بلکہ خوشی اور فخر ہے (وکفیٰ باللہ شہیدا) حالانکہ اسی مضمون کے شروع مین ایڈیٹر وطن خود ہی لکھتا ہے کہ اعتراض کرنا تو اقتضاء دوستی ہے مگر کسی کی نیت پر حملہ کرنے سے بچنا چاہئے۔ اللہ اکبر ایک ہی پرچہ مین بلکہ ایک ہی مضمون مین اپنے ہی کہے کے خلاف لکھدینا جتلا رہا ہے کہ ایڈیٹر وطن کو اپنی بات بھی یاد نہین رہتی یا جو کچھ کہتے ہین وہ دوسرون کیلئے ہوتا ہے۔ اپنے عمل کیلئے نہین اسی طرح یہ بھی تعجب سے خالی نہین کہ آپ لکھتے ہین کہ گو قرآن شریف مین عزیز و اقارب بلکہ خود اپنے نفس کی خلاف بھی حق کہنے کی تاکید ہے مگر مخالفین کے مقابلہ پر تو عصبیت اور حمایت رکھنے کا موکد حکم ہے۔ افسوس ہمکو ہمین تمام قرآن شریف میں یہ حکم کہین نہین ملتا۔ البتہ اسکے برخلاف ملتا ہے۔ کہ صحابہ کو غلطی کر

قِرانُ السَعدین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے حمد رب العالمین

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے
کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احسان میرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے

گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کر دیئے اونچے منارے
مقابل میں میرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے

شریروں پر پڑے ان کے شرارے
نہ ان سے رک سکے مقصد ہمارے

انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

امّا بعد

نہایت مسرت اور دلی انبساط کے ساتھ یہ خبر فرحت افزا شائع کی جاتی ہے کہ ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ ہجری القدس کو بعد نماز عصر پنجشنبہ کے دن حضرت صاحبزادہ شریف احمد سلمہ اللہ الاحد کے نکاح کی مبارک تقریب عمل میں آئی۔ یہ مبارک رشتہ میرے محسن و مخدوم جناب خان صاحب نواب محمد علی خان صاحب رئیس اعظم مالیر کوٹلہ کی دختر نیک اختر صاحبزادی زینب بیگم سے ہوا۔ اور ایک ہزار روپیہ مہر مقرر ہوا۔ نکاح کی مسنون تقریب اوا کرنے کے لئے دار البرکات کا صحن تجویز ہوا تھا۔ جہاں دار الامان کی موجودہ جماعت حاضر ہوئی۔ اور حضرت حجۃ الاسلام امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں حضرت حکیم الامت نے خطبہ نکاح پڑھا اور اس طرح پر یہ مبارک تقریب ادا ہوئی۔ اس تقریب سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہر فرد کو جو مسرت ہو سکتی ہے وہ ایک ظاہر امر ہے میں بحیثیت خادم قوم کے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ام المومنین علیہا السلام کے حضور نہایت ادب سے

مبارکباد

عرض کرتا ہوں اور ایسا ہی صاحبزادہ کے واجب الاحترام نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب سلمہ اللہ الوہاب اور اس معزز محترم خاتون کو جسے خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے یہ شرف عطا فرمایا کہ وہ حضرت ام المومنین کی واجب الاحترام والدہ ہیں اور حضرت مسیح موعود جیسا جلیل الشان انسان رشتہ میں اس کا بیٹا قرار پایا کو صدق دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ اس تعلق اور رشتہ میں میرے مخدوم نواب صاحب سب سے زیادہ مبارکباد کے قابل ہیں کہ جنہوں نے عملی طور پر اپنی وفاداری اور ارادت و اخلاص کا وہ کامل نمونہ دکھایا جو انکی حیثیت کے لوگوں کو بہت کم ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابھی وہ کچھ دیکھا ہے جس کو ایک زمانہ کچھ عرصہ کے بعد دیکھنے والا ہے۔ حقیقت میں نواب صاحب پر یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ ان کی لخت جگر کے لئے وہ شوہر تجویز ہوا جو جری اللہ فی حلل الانبیا کا لخت جگر ہے اور جس کی رگوں میں فاطمی خون گردش کر رہا ہے اور اسی وجہ سے میں اس تعلق کو

قران السعدین

کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو ہر طرح اور ہر پہلو سے نہایت ہی مبارک اور مسعود بنا دے۔ آمین۔ دنیا میں نکاح ہوتے ہیں امرا اور رؤسا کے بھی ہوتے ہیں بادشاہوں اور غربا کے بھی ہوتے ہیں مگر اس نکاح میں مجھے بہت سی خصوصیتیں نظر آتی ہیں۔ اول یہ کہ صاحبزادہ شریف احمد صاحب کا وجود ایک آیت اللہ ہے ان کی پیدائش کی خبر قبل از وقت اللہ تعالیٰ نے دی اور ایسے وقت دی جب کہ عبدالحق غزنوی سے مباہلہ ہو چکا تھا اور اس نے بھی اپنے ہاں اولاد پیدا ہونے کی پیشگوئی کی تھی چنانچہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو انوار الاسلام کے صفحہ ۷۹ کے حاشیہ پر حضرت اقدس نے یہ الہام شائع کیا انا نبشرک بغلام یعنی ہم تجھکو ایک لڑکا پیدا ہونے کی خوش خبری دیتے ہیں۔ اور یہ رسالہ پانچہزار کے قریب شائع ہوا۔ اور جب خوب اشاعت ہو چکی تو ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء مطابق ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ ہجری کو یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور صاحبزادہ صاحب کی ولادت باسعادت ہوئی اور شریف احمد نام رکھا گیا۔ اور ضیاء الحق کے سرورق پر اسے شائع کر دیا گیا۔

پھر ایک خصوصیت اور ہے نواب صاحب کے مورث اعلےٰ ایک با خدا بزرگ تھے جن کا نام حضرت شیخ صدر جہان (رحمۃ اللہ علیہ) تھا جو بہلول لودہی کے دوران سلطنت میں اسی ملک میں آئے اور بادشاہ وقت نے ان کے زہد و اتقا کو دیکھ کر اپنے حسن اعتقاد کی وجہ سے انہیں اپنی لڑکی دیدی اسطرح پر نواب صاحب نے محض خدا تعالیٰ کی رضا کو اس موقع پر مقدم کیا اور اسی طرح پر شیخ صدر جہان ایسے با خدا بزرگ کی پوتی مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے کے نکاح میں آئی جو میرا یقین ہے کہ بزرگ موصوف کی روحانیت کا خاص اقتضا اور ان کے اپنے زمانہ کی دعاؤں کا اثر ہوگا جو حضرت مسیح موعود کے کمالات کشفی رنگ میں دیکھ کر انسے پیوند کے لئے کرتے ہونگے۔ اور پھر جب صاحبزادہ شریف احمد صاحب کے ننہال کی طرف نظر کرتے ہیں تو وہ حضرت خواجہ میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا با خدا خاندان ہے اس طرح پر یہ تعلق جس پہلو سے دیکھا جاوے مقدسوں اور راستبازوں کے خون کا اجتماع ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تعلق کے مبارک اور مثمر بہ ثمرات ہونیکی بڑی بڑی امیدیں ہیں۔ یہ امیدیں یقین کے رنگ میں ہو جاتی ہیں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے اس سلسلے کو دیکھتے ہیں جو حضور نے آمین میں اولاد کے لئے کی ہیں۔ نظر بہ حالات تمام میں ایک بار پھر نواب صاحب قبلہ کو صدق دل سے مبارکباد دیتا ہوں کہ ان کی خوش قسمت اور بیدار بخت صاحبزادی کو قابل ناز شوہر ملا ہے اور یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو بہت ہی مبارک کرے (آمین)

ایڈیٹر الحکم قادیان دار الامان

ڈپٹی نذیر احمد کے مجوزہ اسلامی

بنک اسلامی رائے اوران

کے مغالطات پر اسلامیون کو

اطلاع

گذشتہ سے پیوستہ

ڈپٹی صاحب کہتے ہیں کہ مشترک کارخانہ مین بعض لوگ بری طرح فیل ہوئے ہیں ان میں شرارت و بے ایمانی ہوتی ہے۔ خاکسار کہتا ہے کہ ایسی شرارت و بے ایمانی بنکون میں بھی ہو سکتی ہے۔

ڈپٹی صاحب یہ کہتے ہین کہ بنکون اور لمیٹڈ کمپنیون کی رجسٹری کرائی جاوے تو سرکار ان کی نگران ہوتی۔ ہے کوئی بے ایمانی کرے تو فوراً گرفتار ہوتا ہے خاکسار کہتا ہے۔ وہ رجسٹری بنکون سے مخصوص نہین۔ تجارتی کمیٹیاں شرکت و مضاربت کی بھی لمیٹڈ اور رجسٹرڈ ہو سکتی غرض جو احتیاط اور صورت طمانیت بنکون میں روپیہ ضائع نہ ہونے کے لئے ہو سکتی ہے۔ وہی تجارتی کمیٹیوں اور کمپنیون مین بھی ہو سکتی ہے۔ پھر کیون ڈپٹی صاحب اور ان کے دوست مددگار مسلمانو کے ایمان کا خون کرتے ہین اور ان کو اتفاقی حرام میں مبتلا کرتے ہیں اور بجائے بنک سودی تجارت کے واسطے سرمایہ جمع کرا کے شرکت و مضاربت کی صورت مین تجارت کیون جاری نہین کرتے جس مین سود کی نسبت فائدہ زیادہ ہے اور ایمان کا نقصان ذرا بھی نہین ہے ڈپٹی صاحب پر یہ بات بھی مخفی نہ ہو گی کہ بڑے بڑے مشہور اور نامی بنک دوالہ بھی نکالا کرتے ہین جس پہ گورنمنٹ بھی کچھ نہین کر سکتی۔ اس صورت مین بنکون کو نیشنل شاکسی دینے وہ روپیہ جو قوم اکٹھا کر کے تجارت یا کسی کارخانہ مین لگانا چاہئے؟ پر کوئی ترجیح نہین کارکنوں کی دیانت یا تجربہ کاری دونوں صورتوں مین اسلامی نقصان پہنچتی ہے اور ان کی دیانت اور تجربہ کاری دونون مین یکسان فائدہ۔

چوتھی بات بھی محض اس لئے غلط ہے کہ جو لوگ سودی مال کھاتے ہین وہ مفت خوری کی عادت سے محض نکمے ہو جاتے ہین جب ان کو صرف ایک بنک سے (جس کا سرمایہ بقول آپ کے (صفحہ ۱ کالم ۲ سطر ۳۶ اخبار وطن) دو لاکھ روپیہ ہو گا اور ۶۰ لاکھ روپیہ لوگون کا امانت اس مین رہے گا۔ بحسب وعدہ آپ کے (بصفحہ مذکور سطر ۳۹) بائیس ہزار سے زیادہ حصہ دارون کو اور دو لاکھ ۴۲ ہزار روپیہ امانت والون کو منافع ملیگا تو پھر وہ لوگ کاہیکو کوئی اور دنیا دی کام و شغل کرین گے اور کیون ساہوکار مہاجنون کی طرح بیٹھے بیٹھے پیٹ اور توندین نہ بڑھائین گے اور اس مفت خوری سے آرام تن (جس کو پنجابی زبان مین بڈحرام کہتے ہین) نہ ہو جائین گے۔ اس بات کا اعتراف آپ کے پیر و مرشد اور اسلام مین مجوزین سود کے باوا آدم سر سید نے بھی تہذیب الاخلاق جلد اول صفحہ ۳۰ مین کیا اور کہا ہے۔ کہ ربا در حقیقت ایک بہت بری چیز ہے اور انسانی اخلاق اور تمدن کے لئے بعض حالتون مین نہایت ہی مضر ہے۔ ربا جب کہ ایک پیشہ کر لیا جاتا ہے (جیسے کہ سود خوار ربھی اور مہاجن بطور پیشہ کے اس کو برتتے ہین ڈپٹی صاحب اس کو بھی غور سے پڑہین۔ حصہ دار و امانت رکھنے والے بنک کے مہاجن نہین تو اور کون بنین گے) تو تمدن کے لئے نہایت ہی مضر ہوتا ہے۔ ذی مقدور شخص روپیہ کو ملک کی ترقی اور تجارت کی افزونی مین صرف نہین کرتا (ڈپٹی صاحب اس کو بھی غور سے پڑہین ملک کی ترقی اور تجارت کی افزونی مین روپیہ خرچ کرنی کی وہی صورت ہے جو خاکسار نے عرض کی کہ اس روپیہ کو تجارت پر لگا دین یا اس سے کوئی کارخانہ صنعت جاری کرین۔ صرف سود پر روپیہ چلانا مہاجنی کام ہے بلکہ صرف اپنے ہی ملک کے لوگون سے ان کا مال لینے مین صرف کرتا ہے یہ بھی ڈپٹی صاحب کے غور و توجہ کے لائق ہے۔ اسی غرض سے حصہ دار اور امانت رکھنے والے روپیہ بنک مین کراتے ہین کہ سود ہم کو آوے جو روپیہ وہ سود پر دیتے ہین اس کو خواہ سود پر لینے والے رنڈی بازی مین لگا دیں یا حصول مصارف شادی میں صرف کرین یا تجارۃ مین لگاویں۔ مردہ دوزخ کو جلئے خواہ بہشت کو ان کو حلوے مانڈے سے کام ہوتا ہے وہ اپنی محنت اور مشقت سے معیشت پیدا کرنے مین بالکل سست ہو جاتا ہے اور لوگوں نے جو محنت اور مشقت سے کمایا ہے اس کے لے لینے پر راغب ہوتا ہے (یہ فقرہ ہماری بیان کا صاف اور صریح طور پر مصدق ہے۔ جس کو مفت مال ملے وہ کب کسی کام کے لئے مشقت اٹھاتا ہے اس کا کام صرف بیٹھے رہنا یا لیٹ رہنا اور توند بڑھانا ہوتا ہے۔ جیسے کہ ساہوکاروں مہاجنوں کا حال مشاہدہ میں آتا ہے۔

ڈپٹی صاحب کا بنک جاری ہوا تو اس کے حصہ داروں اور امانت رکھنے والوں میں سے اپنے دوستون کو پہلے وزن کر لین گے۔ پھر ایک سال کے بعد ان کو وزن کر کے بتا دین گے کہ اس مفت خوری نے ان کی توندون کو کس قدر بڑہایا ہے اس کے مال و دولت سے کوئی صنعت یا کوئی ایسا کارخانہ جس سے لوگوں کو معیشت میں مدد پہنچے اور ملک کی دولت کو ترقی ہو نہین قائم ہوتا (اس فقرہ کے سمجھنے مین شاید ڈپٹی صاحب دہوکا کھائیں اور یہ کہین کہ لوگ بنک سے سودی روپیہ لے کر اس سے کوئی صنعت یا کارخانہ قائم کرین گے۔ تو گویا انہین بنکرون کا روپیہ ترقی صنعت میں کام آئے گا۔ کہ وہ اس کا سود لے کر اپنا روپیہ اور توندین بڑہائین گے۔ جو روپیہ ترقی صنعت کے کام مین آئے گا۔ وہ ان کا نہ ہو گا بلکہ ان کے مظلوم قرضدارون کا ہو گا۔ جو سود دے کر صنعت مین لگائین گے ان کے روپیہ کا صنعت مین کام آنا تب متصور ہو۔ جب کہ اس روپیہ کو وہ خود صنعت کے کارخانون مین لگا دین اور اس کا سود نہ لین) بجز اس کے کہ غریبون سے ان کی محنت و مشقت کے حاصلات چھین لینے کا ان کو قابو ملتا ہے اور کچھ شبہ نہین کہ ایسا ربوا تمدن و اخلاق کے برخلاف ہے۔

لیجئے ڈپٹی صاحب آپ کے ہادی و پیغمبر کے قرآن (تہذیب الاخلاق) کو اس کی تفسیر اپنی طرف سے کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ سودی بنک جاری ہونے سے حصہ دار و امانت رکھنے والے بہت نکمے اور سست ہو جائیں گے۔ اب آپ خدا سے نہیں تو سر سید ہی کی روح سے ڈرین اور سودی بنک جاری کرنے کے خیال کو دل سے نکال کر اپنے روپیہ اور دولت مند دوستوں کے لاکھوں (یا بقول آپ کے اربوں) روپیہ کو تجارت مین لگا دیں۔ جمہوری تجارت کھولین اور اس میں مالداروں کا روپیہ بطور شرکت یا مضاربت جمع کرا دین یا صنعتی کارخانے جاری کریں اور اس کے منافع سے مشترک حصے مسلمانون کو دا دین۔ اگر آپ اپنی سابق حالت کی کشش سے اپنے ہندو بھائیون ہی کی تقلید پسند کرتے تو فیکٹریاں کارخانے کھولنے مین کیون ہندون کی تقلید نہین کرتے۔ آپ اپنے اس خیال کو بھی دماغ سے نکال دین۔ کہ سودی بنک کے بغیر تجارت کا کام نہین چلتا۔ یہ خیال ایسا ہی غلط ہے۔ جیسے کہ لوگ کہا کرتے ہین کہ جھوٹھ کے سوا تجارت اور دوکان کا کام نہین چلتا اگر اس مقولہ اور خیال کی تقلید سے آپ سود کو جائز کرتے ہین تو پھر کیا اس دوسرے مقولہ کی تقلید سے جھوٹھ کو جائز کرین گے۔ ہم نے بحق دوستی قدیم آپ کو حق کہدیا اور پورا ابلاغ کر دیا۔ اب آپ کو اختیار ہے۔ مانین خواہ نہ مانین۔ ع

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

(نقلہ ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ)

جنازہ غائب

منشی اکبر شاہ خان نجیب آبادی کی ہمشیرہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ناظرین الحکم جنازہ غائب پڑھ دین۔ اللہ تعالے مرحومہ کو بہشت مین داخل فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

انبیائے ہنود

حیدر آباد دکن سے ایک سالہ صحیفہ نام جواس سے قبل کچھ عرصہ نکلکر بند ہو گیا تہا۔ اب پہر دوبارہ اس کا اجرا ہوا ہے اس کے سلسلہ جدید کے پہلے ہی نمبر مین ایک مضمون مندرجہ بالا عنوان سے لکہا گیا ہے۔ جسے مین ذیل مین درج کرتا ہون امید ہے کہ یہ مضمون ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائینگے۔ ایڈیٹر الحکم۔

فلسفہ الٰہیہ کا مسلم مسئلہ ہے کہ واجب تعالیٰ تنزہ۔ تجرد اور صفائی کے اُن مراتب عالیہ مین ہے۔ جن کا ادراک کرنے سے عقل انسانی بالکل عاجز و قاصر ہے اور ہم ممکنات سراپا غواشی ظلمات وحجاب ہیولی مین مستور و منغشی ہین نیز یہ امر ثابت و متحقق ہے کہ واجب تعالیٰ مرید اشیاء اور مدبر اور موثر عالم ہے۔ کافہ بلاد و جمیع عباد کی تدبیر و انتظام اور نظم و نسق اسی کے ارادہ و مشیت سے ہے اور تمام بدون کی بھلائی برائی ہدایت و ضلالت اسی کے دست اختیار۔ اس کو تمام عالم اور تمام عالم کو اس کے ساتھ ایک قسم کا خاص علاقہ و ربط وارطبات ہے جو موثر و متاثر میں شرط ہے چونکہ وہ غایت لطافت اور عام نہایت کثافت مین ہے لہذا ضرورت ہی کہ جاعل اور مجعول یا خالق اور مخلوق کے درمیان ایک ایسا واسطہ و ربط یا برزخ ہو جو ایک طرف تو تنزہ اور صفائی کے لحاظ سے مبدء عالیہ سے اتصال رکہتا ہے اور دوسری طرف ظلمت و مادیت کے اعتبار ملحق بہ ناویات ہو اسی برزخ اور اسی واسطہ و رابطہ کا نام باصطلاح شرع "نبی یا رسول" رکہا جاتا ہے

جب یہ امر مسلم ہو چکا تو اب جو بات معرض بحث مین آسکتی ہے یہ ہے کہ تبلیغ کے بدون بھی کوئی امت قابل تعذیب ہو سکتی ہے یا نہین؟ یعنے ملک و کسی قوم مین جب خدا کی جانب سے کوئی نبی اور کوئی رسول ہی نہین بھیجا گیا تو آیا وہ قوم مستوجب عذاب الٰہی و عقاب ایزدی قرار دی جاسکتی ہے۔ یا نہین یہ بات بالکل خلاف عقل ہے نیز مناسب عدل و ملائم انصاف بھی نہین کہ تبلیغ رسالت اور اتمام حجت کے بغیر کسی گروہ کو مستوجب عذاب و مستحق عقاب سمجھ لیا جاوے۔ عادل حقیقی کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ تبلیغ رسالت کے بغیر اپنے بندون کو جہنم مین جہونک دیگا سراسر مسلمانون کے ایمان و عقائد سے منافی ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے صریحاً ارشاد فرمایا ہے۔ ان اللّٰہ لیس بظلام للعبید۔ یعنے خدائے تعالیٰ۔ اپنے بندون پر ہرگز ظلم کرنے والا نہین ہے۔ اسی لئے علم کلام مین یہ مسئلہ مسلم و محقق ہے کہ قبل دعوت کوئی امت معذب نہین ہوتی اسی واسطے پہاڑون کے دامن اور غارون مین رہنے والے جن کو دعوت نہ پہنچی۔ ہو معذب نہ ہونگے۔

جب یہ مقدمہ بھی ثابت ہو گیا تو اب دیکھنا یہ ہے کہ کوئی قوم اور کوئی ملک بغیر نبی اور بغیر رسول کے خالی رہ سکتا ہے یا ہر قوم اور ہر ملک کے لئے کسی نہ کسی رہنما اور ہادی کی ضرورت ہے؟ قرآن مجید خود۔ اس سوال کا نہایت واضح طور پر جواب دیتا ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ

ہر ہر قوم کے لئے رسول ہے

وما من قریۃ الا خلا فیہا نذیر

کوئی گاؤں ایسا نہین ہے جس مین کوئی نذیر یعنے نبی نہ گیا ہو۔

ظاہر ہے کہ جب کوئی قوم اور کوئی قریہ تک رسول اور نذیر سے خالی نہ چہوٹا تو ہنود کی کثیر التعداد قومین اور ہندوستان کی سی وسیع قلمرو کیونکر نذیر سے خالی رہ سکتی ہے۔ قرآن مجید مین ایک موقعہ پر ارشاد ہوا ہے۔

ومنہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک۔ انبیاء مین سے بعض ایسے ہین جن کا قصہ ہمنے تجھ سے بیان کیا اور بعض ایسے ہین جن کا قصہ ہم نے تجھ سے بیان نہین کیا۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ بہتیرے نبی ایسے ہین جن کا حال ہم کو معلوم نہین۔ خدائے تعالیٰ ہی بخوبی جانتا ہے۔ لہذا ان بزرگوں کی نسبت جن کے ارشادات اور جن کی تعلیم و ہدایت ایک خاص حد تک مفید قوم اور مصلح ملک ثابت ہوئی ہو یہ خیال کرنا کہ وہ خدا کی جانب سے بھیجے گئے ہین اور نبی یا پیغمبر کہے جا سکتے ہین۔ کوئی نامناسب بات نہ ہوگی دیگر ممالک مین بعض ایسے بزرگوار باخدا پائے جاتے ہین۔ جن کی نبوت یا رسالت کے متعلق کتاب الٰہی تو ساکت و صامت ہے لیکن ان کی تلقین ان کا رفارم و تبلیغات۔ اور ان کے سوانح زندگی بتلاتے ہین کہ انہین نبی یا پیغمبر کہنا نازیبا نہ ہوگا۔

ہندوستان مین رامچندر جی۔ لچھمن جی کرشن جی۔ وغیرہ اوتار ہنود ایسے بزرگوار ہین۔ جن کی تلقین و رہنمائی اور فلسفیانہ و خدا پرستانہ زندگی ان کو نبی اور رسول کا خطاب دینے مین پس و پیش نہین کرتی ہے۔ اسی طرح ایران مین جناب زردشت کو بھی پیغمبر کہا جا سکتا ہے۔ کہ انہون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تعلیم نفس و نور حاصل کی تہی۔ علیٰ ہذا القیاس چین اور دیگر ممالک بعیدہ مین انبیاء کے وجود سے انکار نہین کیا جا سکتا۔ کیونکہ اسکا انکار ایک ایسی سخت اور فحش غلطی ہوگی جس پر آیات قرآنی شاہد ہیں

علمائے عظام اسلام اور صوفیہ کرام عالی مقام مثلاً مرزا مظہر جانجانان۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحریرات مین یہ امر نہایت مدللانہ طور پر مسطور و مذکور ہے کہ رامچندر جی۔ لچھمن جی۔ کرشن جی وغیرہ اوتار ہنود۔ غالباً انبیائے مبعوثین میں سے ہیں۔ مرور دہور سے لوگوں نے ان کے حالات و روایات مین خلط ملط کر دیا ہے ان حضرات کا ملخص استدلال وہی دو قرآنی آیتیں ہین۔ جن کو ہمنے اوپر نقل کیا ہے۔ اور اب دوبارہ درج کرنے کی حاجت نہین۔

علاوہ اس کے بعض اہل کشف و شہود۔ مثل حضرت سید عبدالرزاق بانسوی مجدد الف ثانی وغیرہ کے اس بات کے قائل ہیں۔ کہ سرزمین ہند مین انوار نبوت نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ کہ اجودھیا مین حضرت شیث کی قبر ہے۔ جس کو ہندو رام جی کا سادہ بتاتے ہین۔ اور یہ تو مسلم ہے کہ ورود آدم علیہ السلام لنکا مین ہوا ہے۔ جو مہبط و قدمگاہ حضرت ابوالبشیر ہونے کی وجہ سے آج تک زیارتگاہ مسلمین و ہنود رہے اور ہمیشہ رہے گا اور چونکہ روایتون مین یہ وارد و ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی جبین مبارک مین ودیعت تھا۔ اس لیئے ظہور نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اولاً ہند ہی مین ہوا ہے۔

غرض مذکورہ بالا اوتار ہنود منجملہ ارباب نفوس زاکیہ و عقول عالیہ و منسوبین الی الانبیاء ہین۔ اور اس بنا پر مسلمانون کو ضروری ہے کہ انہین وقعت اور عظمت کی نظر سے دیکہین اور ان کا نام بے ادبی سے نہ لین کہ قرآنی ہدایت و تعلیم ہم کو یہ ادب سکہاتی ہے کہ ہم مشرکین کے بتون کو بھی برا نہ کہین کہ وہ اس وجہ سے خدا کو برا بھلا کہین گے اور ہم بالعرض و بالواسطہ اس برائی و خرابی کے باعث و موجب ہونگے

حضرت مرزا مظہر جانجانان ہنود کی بابت اہل شرک ہونے کے قائل نہین ہین۔ بلکہ ان کو اہل توحید بتاتے ہین اور بتون کی پرستش کو۔ مثل تصور شیخ اہل تصوف کے خیال کرتے ہیں۔

محمد عبدالقیوم

اطلاع متعلق آمدنی مجلس کارپرداز مصالح قبرستان

از دفتر جنرل سکرٹری مجلس مذکور

متعلق آمدنی مجلس کارپرداز بہت لوگ اس طرح روپیہ بھیجتے ہین جیسا کہ مدات مدرسہ وغیرہ مین بھیجتے ہین یعنی ان کی طرف سے کوئی تفصیل نہین ہوتی کہ آیا یہ روپیہ چندہ تعمیر مقبرہ بہشتی ہو یا وصیت کے مطابق حصہ جائیداد ہے یا عطیہ ہو بلکہ بعض جگہ کی جماعتین کچہ روپیہ بھیجدیتی ہین اور صرف رقم مقبرہ بہشتی لکہدیتے ہین اور کوئی تفصیل نہین لکہتے ہین کہ یہ روپیہ کس قسم کا ہے بعض لوگونکی وصیتین ہوتی ہین مگر روپیہ بھیجتے وقت یہ نہین لکہتے کہ یہ وصیت کا روپیہ ہے یا چندہ وغیرہ اس واسطے تمام جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آئیندہ جو رقوم بہشتی مقبرہ کے متعلق بھیجین اسمین ضروری طور پر یہ تشریح کوپن منی آرڈر یا علیحدہ مندرج ہو کہ یہ روپیہ چندہ تعمیر مقبرہ ہے یا کوئی شخص وصیت کا روپیہ بھیجتا ہے یا کسی کا عطیہ ہو جس سے یہ معلوم ہو جاوے